Delhi

Text

2550
332
080
020
200
050
180

3412

4%

8%

13%

750 = 825
2550 = 275

11850

صدر دوم

3412

خود کار

حصری (جلال الدین اکبر)

نصفیہ

معراج

ترشی

اردو زبان - گرامر

2550
180
2730 + 13
35 1.90

2730 × 13
354.9.0

2730 × 7
19110

2730 × 7
19110

359
332

3412
032
180
3624

مصباح القواعد

حصہ دوم

Misbah-ul-Qawaid

PART II

FOR

INTERMEDIATE EXAMINATION

BY

The Late M. H. S. JALAL-UD-DIN AHMAD JAFRI

Price Re. 1/-

مصباح القواعد

حصّہ دوم

مؤلّفہٗ

جناب مولوی حافظ سیّد جلال الدین احمد جعفری

سابق پروفیسر گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج الٰہ آباد

منظور شدہ انٹرمیڈیٹ بورڈ یو۔پی

برائے امتحان انٹرمیڈیٹ

در مطبع انوار احمدی واقع الٰہ آباد مطبوع گردید

قیمت فی جلد عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صد برگ زباں ترا ز ادائے حمدت | با برگ ہزار در نوائے حمدت
کے شاخ قلم گل طرب بر ندہد | گل کرد شگفتن از ہوائے حمدت

فارسی زبان اگرچہ ہندوستان کی زبان نہیں مگر صدیوں تک ایرانی نسلوں کی حکومت نے جہاں ملکی، تمدنی، قومی، معاشرتی اور مذہبی یادگاریں فضائے ہند میں پھیلائیں۔ انہی یادگاروں میں ایک بولتی ہوئی یادگار فارسی زبان بھی ہے۔ اب سے پون صدی قبل تک کوئی لکھا پڑھا خاندان ایسا نہ تھا۔ جس کی مکتوبی اور درسی زبان فارسی نہ ہو۔ اب موجودہ حکومت میں قدیم مشرقی درسیات بیکار ہیں مگر اس مجبوری اور ضرورت سے کہ اُردو اور خصوصاً علمی اُردو بغیر فارسی دانی کے نہیں آسکتی، اسکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں کم وبیش فارسی نصاب بھی مضامین خود اختیاری میں شامل ہے۔ چوں کہ فارسی لٹریچر میں اخلاق وآداب کی کتابیں اور دوسرے علوم وفنون کی تصنیفیں مکمل حیثیت سے بکثرت موجود ہیں۔ مشرقی مذاق کے لئے لازمی ہے کہ پڑھے لکھوں کی صفوں میں داخل ہونے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس لذیذ اور دلکش زبان کو اپنے علمی سرمایہ کی افزائش

کا واحد ذریعہ سمجھا جائے۔

ہر زبان میں صحیح قابلیت حاصل کرنے کے لئے محض اُس کی صرف ونحو کا جاننا ضروری نہیں ہے بلکہ بیان اور بدیع اور محاورات وامثال اور اُن کے تمام شعبوں کو حاصل کرنا اس زبان کا ماہر بنا سکتا ہے اور نہ صرف ماہر بنا سکتا ہے بلکہ ادبی اسالیب اور الفاظ وتراکیب کے انتخاب واستعمال پر اچھی طرح قدرت پیدا ہو سکتی ہے۔

اس ہیچمرز نے آٹھ دس سال تک انٹرمیڈیٹ کلاسوں کو پڑھایا ہے اس مشغلے کی وجہ سے کافی تجربہ رکھتا ہے کہ فارسی خواں طالب علم متوسط درجات میں آنے سے پہلے چوں کہ اپنی مادری زبان (اُردو) میں صرف ونحو پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں اس لئے اُردو کے سوا فارسی زبان میں پڑھنا اُن کے لئے ایک دشوار گذار منزل سے کم نہیں ہوتا۔ خصوصاً وہ مضامین جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے بھی نئے اور اجنبی ہوں۔ جیسا کہ میں ابھی لکھ آیا ہوں "فارسی دانی کا انحصار صرف قواعد صرف ونحو پر نہیں"۔ یعنی اس زبان کی ادبی تکمیل نہیں ہو سکتی جب تک کہ دوسرے مفید اور ضروری شعبوں میں بھی قابلیت نہ بڑھائی جائے مثلاً صنائع بدائع اور معانی وبیان۔

چوں کہ نصاب فارسی میں اکثر کتابیں ایسی شامل ہوتی ہیں جن کے لئے بیان وبدیع کا جاننا لازمی وضروری ہے اس لئے یہ اور ایسی تمام باتوں پر نظر کرتے ہوئے بیان اور بدیع کا حصہ ایسا تیار کیا گیا ہے جس کے

پڑھنے سے نہ تو فارسی کے طالب علم گھبرائیں گے اور نہ اس کو مشکل اور بعید الفہم سمجھ کر چھوڑ دیں گے۔

نثر و نظم کے اقسام کا بھی انٹرمیڈیٹ کے طالب علم کو جاننا ضروری ہے اس لئے راقم الحروف نے اس حصّہ کو بھی لکھا ہے، اور اس کا پورا لحاظ رکھا ہے کہ یہ حصّہ نہایت سہل اور جلد ذہن نشین ہونے کے قابل ہو جائے۔

مزید سہولت کے لئے فٹ نوٹ میں اُن مشکل اشعار کے مطالب بھی لکھ دیئے ہیں جو اس کتاب میں مثال کے طور پر دیئے گئے ہیں۔

اب میں اس کو ناظرین کی انصاف بینی کے حوالے کرتا ہوں وہ خود دیکھیں اور سمجھیں کہ میرے یہ دعوے مبالغہ و بلند پروازی کے ہم دوش ہیں یا واقعہ و حقیقت طرازی سے ہم آغوش۔

ناچیز

جلال الدین احمد جعفری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فارسی زبان کی تحقیق اور اُس کے اقسام

عربی زبان کے بعد دنیا کی مروجہ زبانوں میں فارسی زبان اکثر سے لطیف اور شیریں اور سہل الحصول ہے۔ اس زبان کی ادبیات میں اخلاقی مضامین کا سرمایہ زیادہ ہے۔ اس لئے اس زبان کے حاصل کرنے سے اخلاق پر نہایت گہرا اثر پڑتا ہے، اور انسان کی طبیعت میں خدا ترسی اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

اس زبان میں مفرد الفاظ کا سرمایہ بہت قلیل ہے۔ لیکن ترکیب الفاظ سے زبان میں وسعت۔ بدیع الاسلوبی۔ اختصار اور طرح طرح کی خوبیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

اس زبان کو کیومرز کے پوتے پارس کی طرف منسوب کرتے ہیں جب پارس ایران کا بادشاہ ہوا تو ایران کو پارس (فارس) کہنے لگے۔ اُس وقت ایران کی حد ایک طرف تو دریائے جیحون سے دریائے فرات تک تھی دوسری طرف باب الابواب سے بحر عمان تک اس خطہ میں جو زبان بولی جاتی تھی اُس کو فارسی کہتے تھے۔

فارسی زبان کی سات قسمیں ہیں۔ سغدی۔ سکزی۔ زابلی۔ ہروی۔ پارسی۔ پہلوی۔ دری۔ لیکن ان میں سے صرف پچھلی تین زبانیں متداول و متعارف ہیں۔ اور باقی متروک و مہجور۔

۱۔ سغدی۔ شہر سغد کی زبان۔ سغد۔ سمرقند کے پاس ماوراءالنہر میں ایک شہر ہے۔ جہاں باغات کثرت سے تھے اور وہاں کی آب و ہوا نہایت لطیف و خوشگوار تھی۔ اسی وجہ سے اُس کو دنیا کی بہشت کہتے تھے۔

۲۔ سکزی۔ سکزستان کی زبان۔ سکزستان۔ سیستان کو کہتے ہیں بعض کہتے ہیں۔ سکز ایک قوم کا نام ہے۔ اس قوم کی زبان کو سکزی کہتے ہیں۔

۳۔ زابلی۔ زابلستان کی زبان ہے۔

۴۔ ہروی۔ ہرات کی زبان ہے۔

۵۔ پارسی۔ پارس کی زبان ہے۔ حافظ شیراز کہتے ہیں ؎

گر مطرب حریفاں ایں پارسی بخواند　　در رقص و حالت آرد پیران پارسا را

یہ زبان ملک پارس میں بولی جاتی تھی جو ایران کے جنوب میں ایک بہت بڑا صوبہ ہے۔ قدیم زمانہ میں اس کا پایۂ تخت اصطخر تھا اب شیراز ہے۔

۶۔ پہلوی۔ پہلو شہر کو کہتے ہیں۔ حکیم فردوسی کا شعر ہے ؎

ز پہلو بروں رفت کاؤس شاہ　　ز ہر سو ہمی گشت گرد سیاہ

اگلے زمانہ میں رے۔ نہاوند۔ ہمدان اور سپاہان۔ (اصفہان) ہی

ایران میں شہر سمجھے جاتے تھے اور وہاں جو زبان بولی جاتی تھی اس کو پہلوی کہتے تھے۔ شاہنامہ۔ مثنوی مولانا روم۔ عہد اسلام کی پہلوی زبان کے لاجواب نمونے ہیں۔

۷۔ دری کے معنی فصیح کے ہیں۔ مولانا نظامی فرماتے ہیں ؎

دری نظم کردن سزاوار اوست		نظامی کہ نظم دری کار اوست

منوچہری۔ عنصری اور خاقانی کے قصائد دری زبان میں ہیں۔

یہ زبان شاہ ایران کے دربار میں بولی جاتی تھی یا اس زبان کو دیہاتی لوگ پہاڑوں کے دروں میں بولتے تھے اور اس میں اور زبانوں کی آمیزش نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے یہ زبان فصیح سمجھی جاتی تھی۔ انھیں وجوہ سے اس کا نام دری رکھا گیا۔ بعضوں کا یہ قول ہے کہ دری۔ بلخ۔ بخارا۔ بدخشاں اور مرو کے رہنے والوں کی زبان ہے۔

باب اوّل اقسام نثر و نظم

نثر۔ اُس کلام کو کہتے ہیں جو موزوں نہ ہو اور اگر ہو تو بلا قصد موزوں ہو گیا ہو۔

نظم۔ وہ کلام موزوں جو علم عروض کے مقررہ اوزان میں سے کسی وزن پر ہو اور اُس میں قافیہ بھی ہو اور بالقصد نظم کیا گیا ہو۔ اس کو شعر بھی کہتے ہیں اور شعر کے نصف حصہ کو مصرعہ کہتے ہیں۔

معنی کے لحاظ سے نثر و نظم کے اقسام

معنی کے لحاظ سے نثر و نظم کی دو قسمیں ہیں۔ سلیس۔ دقیق۔

سلیس۔ وہ جس کے الفاظ مانوس الاستعمال ہوں اور معنی آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔

دقیق۔ وہ جس کے معنی دقّت سے سمجھے جائیں۔ وہ دقّت خواہ لفظی ہو یا معنوی۔ لغوی ہو یا اصطلاحی۔ خیالی ہو یا مشکل استعارے ہوں جیسے نثر ظہوری یا دُرّۂ نادرہ کی عبارت۔

ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ سادہ۔ رنگین۔

سادہ۔ وہ جس میں مطلب کو بلا رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو۔

رنگین۔ وہ جس میں اداے مطلب کے لئے ایک طرح کے الفاظ کی رعایت ہو۔ یعنی شروع میں اگر بہار کا ذکر ہے تو آخر تک اُسی کے مناسبات ہوں۔ علم کا ذکر ہے تو اُسی کے مناسبات ہوں۔

رنگین کی تین قسمیں ہیں۔ عالمانہ۔ شاعرانہ۔ منشیانہ۔

عالمانہ۔ وہ نثر جس میں لفظی اور معنوی دقائق ہوں۔ جیسے اخلاق جلالی۔

شاعرانہ۔ وہ نثر جس میں تمثیلات۔ تشبیہات۔ تخیّلات ہوں۔ جیسے عناصر اربعہ بیدل۔ سہ نثر ظہوری۔

منشیانہ۔ وہ نثر جس میں روزمرہ کے مطابق درستی کے ساتھ مطلب ادا کیا جائے۔ جیسے اِنشاے ابوالفضل۔

مناسبات

کلامِ نثر و نظم میں جب کوئی تعریف یا مذمت کی جائے تو ایسے الفاظ کو جو اس کے واسطے مناسب یا لازم ہوں استعمال کریں اس امر کی رعایت کے لئے جو الفاظ لائے جاتے ہیں اُن کو مناسبات کہتے ہیں۔ بتدی کے سمجھانے کے لئے چند ضروری مناسب الفاظ لکھے جاتے ہیں۔

مناسبات حُسن۔ بے مہری۔ بے وفائی۔ خود نمائی۔ خود بینی۔ غمزہ۔ کرشمہ۔ ناز۔ سنگدلی۔ وعدہ خلافی۔ دل آزاری۔ دلبری۔ جلوہ۔ ادا۔

مناسبات عِشق۔ آہ و نالہ۔ بے تابی۔ بے خوابی۔ ناتوانی۔

جامہ دری ۔ آرزو ۔ شوق ۔ انتظار ۔ درد ۔ نیاز ۔ صحراگردی ۔ کوہ نوردی گریۂ نیم شبی ۔ تنہانشینی ۔ حیرانی ۔ پریشانی ۔ دیوانگی ۔

مناسبات فقر ۔ صبر ۔ توکّل ۔ تحمل ۔ ہمّت ۔ مشاہدہ ۔ مراقبہ ۔ مجاہدہ محاسبہ ۔ قناعت ۔ خاکساری ۔ ترک دنیا ۔ شریعت ۔ طریقت ۔ حقیقت ۔ عزلت ۔ خلوت ۔ معرفت ۔ تقویٰ ۔ طہارت ۔ رضا ۔ تسلیم ۔

مناسبات امارت ۔ جاہ وجلال ۔ دولت واقبال ۔ عدالت شجاعت مرحمت ۔ شفقت ۔ لشکرکشائی ۔ ملک داری ۔

مناسباتِ باغ وبہار ۔ نسیم ۔ بادصبا ۔ گل ۔ غنچہ ۔ گلاب ۔ بنفشہ ۔ نرگس ۔ بادسحر ۔ فاختہ ۔ قمری ۔ بلبل ۔ شبنم ۔ نہر ۔ حوض ۔ گلزار ۔ چمن ۔ باغبان ۔ سیر ۔ تماشا ۔

مناسبات بارش ۔ ابر ۔ باراں ۔ رعد ۔ برق ۔ قطرہ ۔ ژالہ ۔ شبنم ۔ سیل ۔ طاؤس ۔ گرداب ۔ تاریکی شب ۔

مناسبات علم ۔ کتاب ۔ ورق ۔ خط ۔ صفحہ ۔ نوشت ۔ خواند ۔ قلم ۔ کلک ۔ کاغذ ۔ لوح ۔ جلد ۔ ادب ۔ اخلاق ۔ حکمت ۔ فلسفہ ۔

الفاظ کے لحاظ سے نثر کے اقسام

الفاظ کے لحاظ سے نثر کی تین قسمیں ہیں ۔ مُرَجَّز ۔ مُسَجَّع ۔ عارِیٰ ۔

مُرَجَّز ۔ وہ نثر جس کے دو فقروں کے کلمات باہم ہموزن ہوں اور قافیہ نہ رکھتے ہوں ۔ جیسے صَرف اوقات بے ذکر واہبِ کارساز و خرج

انفاس جز شغل خالق کردگار۔ عین نقصان است یا۔ تحریر آب و رفتار باد۔
یا درویشے شیفتۂ روئے او شد۔ و دل مفلسے آویختۂ موے او گشت۔

مسجّع۔ سجع سے مشتق ہے۔ سجع کے معنی قمری اور کبوتر کی آواز کے ہیں۔ اصطلاح میں وہ نثر یا نظم جس کے فقروں کے آخر کے کلمات میں قافیہ ہو اور وزن نہ ہو۔ اُس کو مقفّیٰ بھی کہتے ہیں۔ جیسے ظہوری۔ تمنائے ارباب ہنر بہ پیرایۂ التفاتش معشوق حصول است۔ و از اہل شیراز نکتۂ بر کتابے و گلے بہ گلزارے قبول۔ نقطۂ خامۂ ابہامش سر گنجینۂ اسرار شعشعۂ شعلۂ توضیحش صیقل آئینۂ اظہار۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ متوازی۔ مطرّف متوازن۔

تنبیہ۔ چونکہ یہ اقسام نظم میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اس لئے نظم کی مثالیں بھی لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ **متوازی**۔ وہ نثر جس میں قافیہ کے کلمات شمار حرف میں برابر ہوں اور دونوں میں آخر حرف مشترک ہو۔ جیسے "از دوست مہجورم و بر فراق مجبورم" یا فلک شیم[1] کیواں[2] ہمم مریخ حشم خورشید علم برجیس[3] شیم ناہید[4] نغم عطارد رقم قمر خدم"

قربان نور مصطفےٰ کاں بر سر کوہ حرا[5]   می زد ندا بنگر الا دنیا و عقبیٰ بہ درم

۱۔ شیم۔ شیمہ کی جمع۔ عادت۔ ۲۔ کیوان۔ زحل۔ ۳۔ برجیس۔ مشتری۔ ۴۔ ناہید۔ زہرہ۔
۵۔ کوہ حرا۔ بکسر اوّل مکہ معظمہ میں ہے۔ نبوت سے پہلے رسول اللہ صلعم چند روز اس پہاڑ کے غار میں عبادت میں مشغول رہے تھے۔

در روے بلبل ہر سحر خندیدن گل رانگر   باشد کہ با اہل نظر بکشائی آں تنگ نظر
بے تابم از کشاکش آں زلف پُر شکن   بے خوابم از کرشمۂ آں چشم پُر خمار
خیبر از تیغ او خراب شدہ   سیر آبش ہمہ سراب شدہ

۲۔ **مطرّف** ۔ وہ نثر جس میں دونوں جزوں کا حرفِ آخر ایک ہی ہو مگر شمارِ حروف مختلف ہوں۔ جیسے مرد باوقار خجستہ اطوار است یا الفاظ خال وخیال اس شعر میں ؎

مابخدا تا خیالِ خال تو داریم   حال پریشانی تو از خیال تو داریم

۳۔ **متوازن** ۔ وہ نثر جس میں آخر کے دونوں لفظ کا شمار حروف اور وزن ایک ہو مگر حرف آخر دونوں میں جدا ہو جیسے فقیر اور جلیس کو قافیہ میں لائیں۔

اندر پئے کمانش زہ بگسلد یقیں   وندر پئے یقینش بر افگند کماں
آرائش آفاق شد رخسار بزم آرائے تو   آسائش عشاق شد دیدار روح افزائے تو
نسیم کاکل مشکیں کراست چوں تو نگار   شمیم سنبل پرچیں کجا است مشک تتار

فائدہ ۔ اگر نثر کے دو فقروں میں یا نظم کے دونوں مصرعوں میں ایسے کلمات جمع کریں کہ ایک فقرہ کا ایک لفظ دوسرے فقرے کے مقابل کے لفظ کے ہموزن اور حرف آخر میں متحد ہو تو ایسی نثر یا نظم کو مرصّع کہتے ہیں۔ جیسے "بالُوف حقائق گویا است وبصنوف دقائق جویا" یا "عاقلے را پرسیدند کہ نیکبخت کیست و بدبخت چیست گفت نیکبخت آنکہ خورد و کشت و بدبخت آنکہ مُرد وہشت۔

شاہے کہ رخش اورا دولت بود دلیل   ماہے کہ تیغ اورا نصرت بود فساں

اشعار کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جس میں کسی کی بھلائی یا بُرائی بیان کی جائے یا وعظ و نصیحت کی جائے۔

فائدہ ۔قصیدہ میں لفظی اور معنوی خوبیوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے تاکہ ان سے شاعر کا زورِ طبع معلوم ہو اور ان خوبیوں سے ممدوح پر اچھا اثر پڑے اور الفاظ نہایت پُر شوکت لانا چاہیئے اور خیالات اور مضامین بلند باندھنا چاہئے۔قصیدہ میں کم سے کم انیس[19] اشعار ہونا چاہئے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

قصیدہ کی دو قسمیں ہیں۔ تمہیدیہ ۔خطابیہ۔

۱۔**تمہیدیہ** ۔ وہ ہے جس میں اوّل کے چند اشعار بطور تمہید لکھیں پھر ممدوح کی تعریف شروع کریں (تمہید کے معنی فرش بچھانے کے ہیں)۔ فرش سوائے جلیس کے کسی اور کے لئے نہیں بچھاتے۔یہاں جلیس سے ممدوح یا مدح ممدوح مراد ہے جس کو تمہید کے بعد لکھتے ہیں۔

قصیدہ۔ تمہیدیہ کے لئے کئی چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔تمہید حسب حال ممدوح ہو۔

۲۔تمہید کے بعد مدح ممدوح کی طرف اچھے اور دلچسپ طریقہ سے رجوع کریں۔اس کو اصطلاح میں مخلص یا گریز کہتے ہیں جس قصیدہ میں تمہید نہ ہو اس کو مُقتضب کہتے ہیں اور جس میں تمہید ہو اُس کو مُمَہَّد کہتے ہیں۔

۳۔پہلے ضمیر غائب سے ممدوح کے صفات بیان کریں پھر خطاب کرکے چند اشعار ممدوح کی تعریف میں لکھیں۔اسی ضمن میں اپنے دل کا مطلب

فائدہ - نظم میں مسجّع سے یہ مُراد ہے کہ شاعر بیت کے مساوی چار حصے کرے ایک قافیہ پر تین سجع کی رعایت سے اور چوتھے کا وہ قافیہ ہو جس پر سجع کی بنیاد ہو۔ جیسے جامی ؎

از بس فغان وشیونم چنگیست خم گشتہ تنم ۔۔۔ رشک آمدہ تا دامنم از ہر مژہ چوں تارہا

رہ جانب بستاں فگن کز شوق تو گل در چمن ۔۔۔ صد چاک کردہ پیرہن شستہ بخوں رخسارہا

خاقانی کا یہ قصیدہ اسی صنعت میں ہے ؎

عید است پیش از صبحدم مژدہ بخمّار آمدہ - الخ

عاری - وہ نثر جس کے فقرات نہ مرجز ہوں نہ مسجّع۔ عاری کے معنی برہنہ کے ہیں - یعنی یہ نثر دونوں قسم کے تکلفات سے برہنہ اور خالی ہے اور اس میں وزن و قافیہ و سجع کی رعایت نہ ہو۔ اور سلاست و متانت فصاحت و بلاغت پائی جائے جیسے "رفتم بہ بازار سنگ تراشاں و تصاویر قدیم را بہ یکے از ایشاں دادم" یا "آگرہ از شہرہائے قدیم ہندوستان است" یا جیسے گلستاں کی عبارت۔

اقسام نظم

تقسیم عروضی کے لحاظ سے نظم کی دس قسمیں ہیں۔ قصیدہ۔ غزل۔ مثنوی رباعی۔ قطعہ۔ فرد۔ ترجیع بند۔ ترکیب بند۔ مستزاد۔ مسمّط۔

قصیدہ - قصد سے مشتق ہے جس کے معنی کسی کی طرف متوجہ ہونے کے ہیں۔ چونکہ شاعر کا مقصود قصیدہ تھا۔ اس واسطے یہ نام رکھا گیا۔ بعض لکھتے ہیں کہ اس کے لغوی معنی گاڑھے مغز کے ہیں - اصطلاح میں قصیدہ

ظاہر کر کے دو تین شعر دعائیہ لکھ کر ختم کریں، اور لکھتے وقت ممدوح کے مرتبہ کا لحاظ رکھیں۔

اگر ممدوح بادشاہ یا امیر ہے تو اُس کے مناسب سنجیدہ اور بہتر الفاظ لکھے جائیں اگر انبیا۔ اولیا۔ علما۔ مشائخین میں سے ہے تو جو کلمات اور اصطلاحات ان کی شان کے لائق ہوں استعمال کئے جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ جو کلمات حمد۔ نعت۔ منقبت میں لکھے جاتے ہیں وہ سلاطین واُمرا کی مدح میں لکھے جائیں اور ایسے ہی برعکس۔ اس بارہ میں تمیز شرط ہے۔

قصیدہ تمہیدیہ کی تمہید کے مضمون کے اعتبار سے مختلف نام رکھتے ہیں۔ مثلاً اگر تمہید میں عشق کا مضمون ہے تو عشقیہ۔ بہار کا ہے تو بہاریہ شیخی اور فخر کا ہو تو فخریہ۔ دعا کا ہو تو دعائیہ۔ وعظ ونصیحت کا ہو تو وعظیہ۔ شکایت آسمان وغیرہ ہو تو حالیہ۔ شہر کی پریشانی کا ذکر ہو تو شہر آشوب۔ دنیا کی پریشانی کا ذکر ہو تو جہان آشوب کہتے ہیں۔

قصیدہ تمہیدیہ کے ان اشعار کو جو قصیدہ کے شروع میں بطور تمہید کے لاتے ہیں تشبیب کہتے ہیں۔ تشبیب کے معنی ہیں ایام شباب کا یا معشوق کے حال کا ذکر کرنا۔

قدما میں عنصری۔ منوچہری۔ فرخی۔ انوری۔ ظہیر فاریابی اور خاقانی۔ متوسطین میں کمال اسمعیل اور سعدی۔ متاخرین میں عرفی اور معاصرین میں قاآنی خاص طور سے مشہور ہیں۔

مثال قصیدۂ تمہیدیہ

قصیدہ بہاریہ سعدیؒ

بامداداں کہ تفاوت نہ کند لیل و نہار — خوش بود دامن صحرا و تماشائے بہار
صوفی از صومعہ گو خیمہ بزن در گلزار — وقت آں نیست کہ در خانہ نشینی بیکار
کوہ و دریا و درختاں ہمہ در تسبیح اند — نہ ہمہ مستمعاں فہم کنند ایں اسرار
بلبلاں وقت گل آمد کہ بنالند از شوق — نہ کم از بلبلِ مستی تو بنال اے ہوشیار
آفرینش ہمہ تنبیہ خداوند دل است — دل ندارد کہ ندارد بخداوند اقرار
ایں ہمہ نقش عجب بر در و دیوار وجود — ہر کہ فکرت نہ کند نقش بود بر دیوار
خبرت ہست کہ مرغان چمن می گویند — کاخر اے خفتہ سر از بالش غفلت بردار
ہر کہ امروز نہ بیند اثر قدرت او — غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار

تا کے آخر چو بنفشہ سر غفلت در پیش
حیف باشد کہ تو در خوابی و نرگس بیدار

قصیدۂ تمہیدیہ میں چار چیزوں کا اچھا ہونا ضروری ہے۔

١۔ مطلع۔ تاکہ سننے والا اُس کو سُن کر خوش ہو جائے اور قصیدہ کے اور اشعار سننے کا مشتاق ہو جائے۔ جیسے عرفی کا یہ مطلع ہے۔

دلِ من[1] باغبانِ عشق و حیرانی گلستانش — ازل دروازۂ باغ و ابد حدِّ خیابانش

---

[1] ازل۔ وہ زمانہ جس کی ابتدا معلوم نہیں۔ ابد۔ وہ زمانہ جس کی انتہا معلوم نہیں۔ میرا دل دروازل

۲- گریز- (رجوع- مخلص) قصیدہ کا وہ شعر جس سے مطلب کی جانب رُجوع کرتے ہیں (قصیدہ میں یہی مقام سب سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ دو ایسے مطالب کو ربط دینا ہوتا ہے جس میں پہلے سے کوئی ربط نہیں ہے) جیسے عرفی کا یہ شعر ؎

اگر از حرمت اندیشی بیا تا حکم بنمایم[۱] — ز سلطانِ شریعت لیک ننمائی بخاقانش

۳- حُسن طلب- یعنی مدح ممدوح سے جو مقصد ہے اُس کو ایسی سحر بیانی سے ادا کرے کہ ممدوح بے اختیار اُس کو منظور فرمائے جیسے عرفی کا یہ شعر ؎

شہنشاہِ سریر قابَ قوسین[۲] احمد مرسل — کہ بر پیشانی تقدیر مرقوم است فرمانش

۴- مقطع- تا کہ قصیدہ کا لطف دل سے جاتا نہ رہے۔ جیسے عرفی کا یہ شعر ؎

شہا[۳] بر عرفیِ پژمردہ رحمے کن کہ می باشد — چناں پژمردہ باغے ریزشے زیں ابر نیسانش

سے) عشق کا باغبان بنا ہے اور اُس نے عشق کا باغ لگایا ہے۔ حیرانی اُس کا گلستاں ہے یعنی اس میں حیرانی کے پھول کھلتے ہیں۔ ازل اُس باغ کا دروازہ اور اُس کی روش کی حد ہے۔ ؎۱ اگر حرمت شراب سے تو ڈرتا ہے تو میں اس کے حلال ہونے کا فتویٰ تجھ کو دکھادوں جو سلطان شریعت نے لکھا ہے بشرطیکہ تو یہ فتویٰ خاقان کو نہ دکھائے۔ خاقان سے مراد اہل ظاہر ہیں ؎۲ قاب قوسین کے تخت پر بیٹھنے والے شہنشاہ احمد مرسل جن کا فرمان پیشانی پر لکھا ہوا ہے قاب قوسین او ادنیٰ دو کمان کے مقدار کے موافق یا اس سے کم۔ رسول اللہ صلعم کو شب معراج میں قرب الٰہی کا اتنا مرتبہ حاصل ہوا تھا۔

؎۳ اے بادشاہ (مراد رسول اللہ صلعم سے ہے) افسردہ اور پژمردہ عرفی پر اگر آپ رحم فرمائیں تو ممکن ہے کہ ایسا مرجھایا ہوا باغ آپ کی رحمت سے سرسبز ہو جائے۔

۵۔ قصیدہ خطابیہ۔ وہ ہے جس میں تمہید نہیں لکھتے۔ مطلع ہی سے خطاب کر کے ممدوح کی تعریف شروع کر دیتے ہیں۔ جیسے عرفی کا یہ قصیدہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں

اے[۱] مہر تو جان آفرینش | نعتِ تو زبان آفرینش
لطفِ تو چمن طراز[۲] امکاں | خشم تو خزان آفرینش
جودت ہمہ بخش عالم کون | علمت ہمہ دان آفرینش

یا جیسے عرفی کا یہ قصیدہ ہے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی تعریف میں۔

اے مرتفع ز نسبت ذاتِ تو شان علم | کلکِ گہر فشانِ تو رطب اللسان علم
اے ساکنان مصر معانی بحسن عقل | نادیدہ یوسفے چو تو در کاروانِ علم
سلطانِ دیں علی[۳] کہ ز شست کمال او | ہر ناوکے کہ یافت کشاں از کمان علم

---

[۱] اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی محبت خلقت کی جان ہے اور آپ کی نعت خلقت کی زبان ہے [۲] چمن طراز امکان۔ دنیا کے باغ کا آراستہ کرنے والا [۳] رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے انا مدینۃ العلم وعلیؓ بابہا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں۔ اے ممدوح آپ کی وہ شریف ذات ہے جس سے علم کی شان بڑھ گئی ہے۔ آپ کا گوہر فشاں قلم علم کی زبان اور وہ زبان تر ہے جس سے باآب و تاب کلام نکلتے رہتے ہیں۔ اے ممدوح معانی کے مصر کے رہنے والوں نے حسن عقل کے ساتھ آپ کا سا کوئی یوسف علم کے کارواں میں نہیں دیکھا ہے۔ سلطان دین حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو تیر علم کی کمان سے نکلا ہے وہ انہی کی شست کمان سے نکلا ہے۔ سارے علم انہی سے ہیں کیونکہ وہ علم کے دروازہ ہیں اور ہر چیز کی درآمد علم کے دروازہ سے ہوتی ہے۔

قصیدہ گوئی میں متقدمین کی پیروی کرنی چاہیئے اس لئے کہ متاخرین کا روزمرہ غزل اور قصیدہ کا ایک ہی طور کا ہے اور یہ درست نہیں کیونکہ غزل کے لئے صرف فصاحت کی ضرورت ہے اور قصیدہ کے لئے فصاحت۔ بلاغت متانت۔ الفاظ باشوکت و پرزور۔ پُرجوش بلند ہونا چاہیئے۔

قصیدہ اور غزل کے پہلے شعر کو جس کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہو اُس کو مطلع کہتے ہیں۔ مطلع کبھی ایک ہوتا ہے۔ کبھی دو۔ کبھی اور زیادہ دو مطلع والے کو ذو مطلعین اور زیادہ والے کو ذوالمطالع کہتے ہیں، اگر اس کے ابیات میں دو قافیے ہوں تو ذو قافیتین کہتے ہیں۔ مطلع کے بعد کے شعر کو حسن مطلع یا زیب مطلع کہتے ہیں اور شعر آخر کو جس میں شاعر اپنا تخلص رکھتا ہے مقطع کہتے ہیں۔

قصیدہ کے سب سے عمدہ شعر کو شاہ بیت کہتے ہیں۔

قصیدہ اور غزل کے مطلع کے دونوں مصرعوں میں قافیہ اور ردیف ہوگی مگر باقی اشعار کے صرف دوسرے مصرع میں۔

قافیہ۔ وہ الفاظ جو حرکات۔ سکنات۔ وزن۔ تعداد حروف میں یکساں ہوں۔ جیسے شان۔ لسان۔ کاروان۔ کمان مثال مذکور میں قافیہ ہے۔

ردیف۔ وہ الفاظ جو تمام اشعار کے آخر میں مکرر آتے ہیں جیسے علم مثال مذکور میں ردیف ہے۔

فارسی میں قصائد میں انوری۔ خاقانی۔ منوچہری ظہیر فاریابی۔ اسمٰعیل اصفہانی۔ سلمان ساوجی وغیرہ مسلم الثبوت اُستاد ہیں۔

غزل کے معنی لغت میں عورتوں سے بات کرنے کے ہیں۔ اصطلاح میں اُن مجموعۂ اشعار کو کہتے ہیں جن میں حسن و عشق۔ وصل و فراق۔ محبت و عشق کے لوازمات کا بیان ہو۔ (خواہ وہ عشق حقیقی ہو یا مجازی) لیکن اب شعرا نے اس میں وسعت دی ہے۔ اخلاق و تصوف۔ مواعظ و فلسفہ وغیرہ بھی شامل کر لیا ہے۔

غزل کے طرز جدید کے موجد سعدی علیہ الرحمہ ہیں۔

غزل کے الفاظ نازک۔ لطیف۔ شستہ۔ صاف۔ رواں۔ شیریں ہونا چاہیئے۔ روزمرہ صاف فصحا کا سا ہو۔ ہر شعر دوسرے سے بلند ہونا چاہیئے

غزل کے اشعار کم سے کم پانچ ہوتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ سترہ مگر متاخرین نے اس سے زیادہ اشعار بھی لکھے ہیں۔ لیکن غزل کے اشعار ہمیشہ طاق ہوتے ہیں۔

فارسی میں غزل کی ابتدا رودکی۔ خاقانی اور نظامی سے ہوئی کمال اسمٰعیل نے اس کی اصلاح کی۔ سعدی اور مولانا روم نے اُس کو ترقی دی۔ امیر خسرو نے سعدی کا تتبع کیا۔ حافظ نے انتہائے کمال پر پہنچایا مولانا جامی پر اس طرز کی غزل گوئی کا خاتمہ ہو گیا۔ متاخرین میں نظیری نیشاپوری رئیس المتغزلین کہلایا۔ فصحائے حال سعدی اور حافظ کے طرز کو پسندیدہ خیال کرتے ہیں۔ سعدی کا اکثر اور حافظ کا کمتر تتبع کرتے ہیں۔ فصحائے حال میں نشاط اصفہانی۔ بسمل شیرازی اور صنعانی زیادہ مشہور ہیں)۔

غزل کے مضامین کبھی مسلسل ہوتے ہیں کبھی غیر مسلسل دونوں کی مثالیں سرتاج شعرائے متصوفین خواجہ حافظ شیرازی کے کلام سے دی جاتی ہیں۔

مثال غزل مسلسل

شبے[۱] از مطرب کہ دل خوش باد وے را
شنیدم نالۂ جاں سوز نے را

چناں[۲] در سوز من سازش اثر کرد
کہ بے رقت ندیدم ہیچ شے را

حریفے[۳] بُد مرا ساقی کہ ہر دم
ز زلف و رُخ نمودے شمس و دے را

چو[۴] شوقم دید در ساغر مے افزود
بگفتم ساقی فرخندہ پے را

رہانیدی[۵] مرا از قید ہستی
چو پیمودی پیاپے جام نے را

حماک[۶] اللہ عن شر النوائب
جزاک اللہ فی الدارین خیرا

چو[۷] بیخود گشت حافظ کے شمارد
بہ یک جو مملکت کاؤس و کے را

---

۱ مطرب۔ گویّا۔ گانے والا۔ ۲ ساز۔ باجا۔ رقت۔ رونا۔ ۳ حریف۔ وہ شخص جو سامنے بیٹھ کر جوا کھیلے۔ مجازاً دوست۔ ساتھی ۴ فرخندہ پے۔ مبارک قدم۔ ۵ جب تو نے مجھے پے در پے جام شراب (عشق) پلائے تو تو نے مجھے قید ہستی سے آزاد کرا دیا یعنی میں عشق سے سرمست ہو گیا اور اپنی ہستی کو بھول گیا۔ ۶ اللہ تجھکو حادثوں کے شر سے بچائے خدا تجھے دنیا اور آخرت دونوں جہان میں بدلا دے ۷ کاؤس۔ ایران کا ایک بہت بڑا بادشاہ تھا کے شہنشاہ ایران کے چار بادشاہ کے مانے گئے ہیں۔ کیکاؤس۔ کیخسرو۔ کیقباد۔ کیومرث یا لہراسب۔

مثال غزل غیر مسلسل

رونق عہد شباب است دگر بستاں را — می رسد مژدۂ گل بلبل خوش الحاں را
[1] اے صبا گر بجوانان چمن باز رسی — خدمت ما برساں سرو گل و ریحاں را
[2] اے کہ بر مہ کشی از عنبر سارا چوگاں — مضطرب حال مگرداں من سرگرداں را
[3] یار مردان خدا باش کہ در کشتی نوح — ہست خاکے کہ بہ آبے نہ خرد طوفاں را
گر چنیں جلوہ کند مغبچۂ بادہ فروش — خاکروب در میخانہ کنم مژگاں را
[4] نشوی واقفِ یک نکتہ ز اسرار وجود — تا نہ سرگشتہ شوی دائرۂ امکاں را
[5] ماہ کنعانی من مسند مصر آں تو شد — وقت آنست کہ بدرود کنی زنداں را

---

۱ جوانان چمن باغ کے درخت سرو گل وریحاں وغیرہ مراد اصحاب رسول۔ ۲ مہ سے استعارہ معشوق کے چہرے سے ہے۔ عنبر سارا۔ خالص عنبر کنایہ زلف سیاہ سے۔ ۳ کشتی نوح سے مراد دنیا۔ خاکی سے مراد ذات پاک محمدی۔ مطلب یہ ہے کہ اہل اللہ کے گروہ میں ایک ایسی ذات ہے جو رحمۃ للعالمین ہے جس نے اپنی قوم کو کسی حال میں تکلیف دینا نہیں چاہا۔ اولیا چونکہ اُن کے تبع ہیں اس لئے ان کی ذات بھی سراسر رحمت ہے یا خاکے۔ آبے کو بیاے مجہول پڑھو تو یہ مطلب ہے کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو ان کی صحبت سے تم کو وہ شرف حاصل ہوگا جو خاک کو حضرت نوح علیہ السلام کی صحبت سے ہوا کہ باوجود پانی کی موجودگی کے وہ وضو کی قائم مقام ہوئی۔ ۴ دائرۂ امکان ۔ دنیا۔ ۵ ماہ کنعاں ۔ یوسف علیہ السلام یہاں مراد روح سے ہے۔ مسند مصر۔ مراد عالم علوی زنداں سے مراد دنیا ہے۔ الدنیا سجن المومنین دنیا (ایمانداروں کے لئے قید خانہ ہے)۔

درسرِ زلف ندانم کہ چہ سودا داری[1] کہ بہم برزدۂ گیسوے مشک افشاں را

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولے[2] دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

فائدہ۔ قصیدہ یا غزل میں جو سب سے بہتر شعر ہوتا ہے اُس کو شاہ بیت کہتے ہیں۔

مثنوی ۔ کے معنی ہیں تثنیہ کیا گیا۔ اصطلاح میں ان اشعار کو کہتے ہیں جس میں دو دو مصرعے باہم مقفّیٰ ہوں اس کے ہر شعر کو بیت کہتے ہیں اس کا ہر شعر جدا قافیہ رکھتا ہے۔

مثنوی کے لئے تمہید شرط ہے اور ربط کلام واجب اور اُس کے دیباچہ میں کئی چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ حمد۔ مناجات۔ نعت۔ مدح سلطان زماں۔ تعریف سخن و سخنوراں۔ سبب تالیف و تصنیف اِن سب باتوں کے موجد مولانا نظامی گنجوی رح ہیں۔

تمام اصناف شاعری میں سب سے زیادہ مشکل مثنوی ہے۔ فارسی میں تصوف کی مثنوی حضرت مولٰنا روم کی اور رزمیہ فردوسی طوسی کی (جو شاہنامہ کے نام سے مشہور ہے) اور نظامی کا سکندرنامہ اور اخلاقی مخزن اسرار نظامی تحفۃ الاحرار جامی۔ مطلع الانوار خسرو۔ بہترین مثنویاں سمجھی جاتی ہیں۔

---

[1] میں نہیں جانتا کہ تجھے زلف کی دھن میں کیا سودا ہو رہا ہے کہ تو نے مشک افشاں بالوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ [2] اے حافظ تو شراب پی۔ رندی کر اور خوش رہ لیکن تو اوروں کی طرح (یعنی علمائے ظاہر کے مانند) قرآن کو مکر کا جال نہ بنا۔

مثنوی تصوف از مولنائے رُوم

لہ بشنو از نے چوں حکایت می کند ——— وز جدائیہا شکایت می کند
کز نیستاں تا مرا بُبریدہ اند ——— از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق ——— تا بگویم شرح دردِ اشتیاق
ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش ——— باز جوید روزگارِ وصل خویش

مثنوی عشقیہ مولنا جامی

ٹہ الٰہی غنچۂ اُمید بکشا ——— گلے از روضۂ جاوید بنما
بخنداں از لبِ آں غنچہ باغم ——— وزیں گل عطر پرور کن دماغم
دریں محنت سرائے بے ہواسا ——— بنعمت ہائے خویشم کن شناسا
ضمیرم را سپاس اندیشہ گرداں ——— زبانم را ستایش پیشہ گرداں

لہ اے مخاطب تو نے سے سن کہ وہ کیسی حکایت بیان کر رہی ہے اور بانس کے بیڑہ سے جدا ہونے کی شکایت کر رہی ہے کہ جب سے مجھے بانسوں کے بیڑہ سے کاٹا ہے میری فریاد سے عورت اور مرد فریاد کر رہے ہیں۔ میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو فراق سے پارہ پارہ ہو تاکہ میں اشتیاق کے درد کی کیفیت بیاں کروں۔ جو شخص اپنے اصل سے دور رہتا ہے وہ اپنے وصل کے زمانہ کو پھر طلب کرتا ہے۔ ٹہ اے خدا اُمید کی کلی کھول دے (یعنی میری اُمید پوری کر دے) تو ہمیشہ کے باغ سے ایک پھول دکھا۔ عطر پرور مہکتا ہوا۔ محنت سرا سے مراد دنیا ہے۔ سپاس اندیشہ شکر کرنے والا۔ ستایش پیشہ تعریف کرنے والا۔

مثنوی اخلاقی از تحفۃ الاحرار جامی

آنچہ[1] نگارد زپئے ایں رقم | بر سر ہر نامہ دبیر قلم
حمد خدائیست کہ از کلک کن | بر ورق باد نوید سخن
چوں رقم او بود ایں تازہ حرف | جز بہ ستائش نتواں کرد صرف
لیک ستایش ز بیاں برتر است | ہرچہ زباں گویداز اں برتر است

مثنوی رزمیہ از شاہنامہ فردوسی

تہمتن[2] بپوشید ببر بیاں | نشست از بر ژندہ پیل ژیاں
بشد پیش توراں سپہ او بجنگ | بغرید ہمچوں دمندہ نہنگ
چو در جوشن افراسیابش بدید | تو گفتی کہ توش از تن او رمید
ز چنگ و بر و بازو و یال او | بگردن بر آوردہ گو پال او

---

[1] قلم کا منشی جو کچھ اس تحریر کے لئے ہر نامہ کے سر پر لکھتا ہے وہ خدا کی تعریف ہے جو کن کے قلم سے ہوا کے ورق پر سخن لکھتا ہے جب یہ تازہ حرف اُس کی تحریر ہے تو اس حرف کو تعریف حق کے سوا اور کسی کام میں صرف نہیں کر سکتے (یعنی چونکہ انسان کلام خدا سے کرتا ہے۔ اس لئے اس کلام کو خداوند تعالیٰ کی تعریف ہی میں صرف کیا جائے تو بہتر ہے۔ [2] تہمتن مرکب ہے تہم (قوی)، اور تن (بدن) سے لقب ہے رستم کا۔ ببر بیاں رستم نے شیر ببر کے کھال کا ایک کوٹ بنا رکھا تھا اُس کا یہ نام تھا ژندہ مست۔ ژیاں خشمناک۔ نہنگ مگرمچھ۔ جوشن۔ زرہ۔ توش۔ قوت۔ بر۔ بدن۔ یال۔ گردن۔ گوپال۔ چھوٹا زیور۔

رباعی۔ اس کو ترانہ اور دوبیتی بھی کہتے ہیں اس کا واضع رودکی مشہور ہے۔ اگرچہ رباعی کا وجود رودکی کے وجود سے قبل پایا جاتا ہے وہ چار مصرعے جن کا وزن اور قافیہ یکساں ہو۔ رباعی کے تیسرے مصرعے میں اگر قافیہ نہ ہو تو کوئی عیب نہیں۔ رباعی کا دوسرا شعر اول شعر سے بلند ہونا چاہیئے اور چوتھا مصرع سب سے بلند اور برجستہ ہونا چاہیئے۔ یہی مصرعہ رباعی کی جان ہے۔

تمام شعرا نے رباعیاں کہی ہیں مگر ابوسعید ابوالخیر۔ باباطاہر ہمدانی سحابی استرآبادی۔ سرمد۔ عمر خیام مشہور ہیں۔

رباعی سحابی

عالم بخروش لا الٰہ الا ہو است[1]   غافل بہ گمان کہ دشمن است این یا دوست

دریا بوجود خویش موجے دارد   خس پندارد کہ این کشاکش با اوست

رباعی عمرخیام

نقشے[2] است کہ بر وجود ما ریختۂ   صد بو العجبی زما برانگیختۂ

---

[1] ساری دنیا میں لا الٰہ الا ہو کا شور مچ رہا ہے۔ غافل کو یہ گمان ہے کہ یہ شور دشمن کا ہے یا دوست کا (دوسرا شعر تمثیل میں ہے) دریا اپنے وجود میں ایک موج رکھتا ہے (یعنی دریا خود بخود موجیں مار رہا ہے) کوڑا کرکٹ یہ سمجھتا ہے کہ یہ کھینچ تان اُسی کی وجہ ہے۔ دریا سے مراد ذات الٰہی کا جلوہ ہے اور خس سے مراد ہستی کائنات ہے۔

[2] اے خدا! ایک نقش ہے جو تو نے ہمارے وجود پر کھینچ رکھا ہے تو نے ہم سے سو عجائبات

من زاں بہ ازاں نمی توانم بودن   کز بونہ مرا چنیں فرو ریختۂ

مستزاد۔ رباعی کے ہر مصرعے کے بعد ایک دو لفظ بڑھائیں یہ زائد الفاظ رباعی ہی کے وزن کے اجزا ہوتے ہیں اور شعر کا اصلی مضمون اُس پر منحصر نہیں ہوتا۔ جیسے۔

رباعی مستزاد

ہر چند کہ گلرخان دہر اند بسے   با رنگ وصفا
مثل تو بہ نیکوئی نہ دیداست کسے   اے عشوہ نما
دریائے تو غیر ازیں کہ جاں افشانم   اے یار عزیز
مارا نبود ہیچ ہوا و ہوسے   برخیز و بیا

رباعی مستزاد

اے آنکہ ہمیشہ بے کساں را تو کسی   ہنگام سخن
دارد کرمت بہ بے کساں ہمنفسی   چوں رُوح بہ تن
من ہم بامُید درگہت آمدہ ام   با توشۂ عجز
فریاد رسا اگر بدادم نہ رسی   پس وائے بمن

فرد۔ وہ شعر جن کے دونوں مصرعوں میں سے ایک پر بھی قافیہ کا اطلاق نہ کر سکیں۔ اس لئے کہ اگر دونوں مصرعوں میں قافیہ ہوگا تو وہ

پیدا کر رکھے ہیں۔ میں اسوجہ سے اس سے بہتر نہیں ہو سکتا کہ تو نے مجھے سانچہ میں ایسا ہی ڈھالا ہے (یعنی تو نے مجھے جیسا پیدا کیا ہے میں اس سے کیسے بہتر ہو سکتا ہوں)۔

شعر قصیدہ یا غزل کا مطلع ہوگا اور جو مثنوی کا شعر ہوگا اُس کو بیت کہیں گے اور جو ان دونوں سے خارج ہو وہی فرد ہے۔

اگر بہر سر موبیت دو صد ہنر باشد — ہنر بکار نیاید چو بخت بد باشد
شد زلف را نصیب کہ بوسید پائے او — عمر دراز بہر چنیں روزہا خوش است

ترجیع بند و ترکیب بند۔ (ترجیع کے معنی لوٹانے کے ہیں)۔ اصطلاح میں یہ ہے کہ چند اشعار ہموزن اور ہم قافیہ لکھ کر ان کے بعد ایک شعر خاص اُسی وزن کا لائیں۔ ان سب کو بند کہتے ہیں۔ اگر ایسے کئی بند جن کے آخر میں ایک ہی خاص شعر ہو جمع کریں تو یہ مجموعہ ترجیع بند کہلائے گا اور اگر ہر بند کے آخر کا شعر جُدا ہو تو اُس کو ترکیب بند کہیں گے۔

بند کے اشعار پانچ سے کم اور گیارہ سے زیادہ نہیں ہوتے۔

مثال ترجیع بند[1]

اے فدائے تو ہم دل و ہم جاں — وے نثار تو ہم ایں و ہم آں
دل فدائے تو چوں توئی دلبر — جاں نثارِ تو چوں توئی جاناں
دوش[2] از شور عشق و جذبۂ شوق — ہر طرف می شتافتم حیراں
آخرِ[3] کار شوقِ دیدارم — سوئے دیر مغاں کشید عناں

---

[1] یہ ترجیع بند "وحدۃ الوجود" میں ہے [2] شور۔ زیادتی [3] دیر مغاں۔ آتش پرستوں کا مندر

پیر[۱] پرسید کیست ایں گفتند — عاشقے بیقرار و سرگرداں
گفت جامے دہیدش از مے[۲] ناب — گرچہ ناخواندہ است ایں مہماں
ساقی آتش پرست و آتش دست[۳] — ریخت در ساغر آتش سوزاں
چوں کشیدم[۴] نہ عقل ماند نہ دیں — سوخت ہم کفر ازان و ہم ایماں
مست[۵] افتادم و دراں مستی — بزبانے کہ شرحِ آں نتواں
ایں سخن می شنیدم از اعضا — ہمہ حتی الورید[۶] و الشریاں
کہ یکے ہست و ہیچ نیست جز او
وحدہ[۷] لا الٰہ اِلاّ ہو

چشم دل باز کن کہ جاں[۸] بینی — آنچہ نادیدنی است آں بینی
گر بہ اقلیم عشق رو آری[۹] — ہمہ آفاق گلستاں بینی
آنچہ بینی[۱۰] دلت ہماں خواہد — آنچہ خواہد دلت ہماں بینی
بے[۱۱] سروپا گدائے آنجا را — سر بملک جہاں گراں بینی

---

۱ پیر سے مراد پیر مغاں ہے کنایہ ہے مرشد کامل سے ۲ مے ناب۔ خالص شراب کنایہ ہے محبت اور عشق سے ۳ آتش دست۔ چالاک ۴ کشیدم۔ خوردم ۵ مست افتادم میں مست ہوگیا ۶ حتی الورید والشریان۔ رگ اور تڑپنے والی رگ جس کو رگ جان بھی کہتے ہیں۔ ۷ وحدہٗ لا الٰہ الا ہو۔ وہ ایک ذات ہے جس کے سو پوجنے کے قابل کوئی نہیں ۸ جان سے مراد جلوۂ ذات حق ہے ۹ روی آری۔ توجہ کرے گا اگر تو عشق کے ملک کی طرف توجہ کریگا تو تو سارے جہاں کو گلستاں (حقیقت) دیکھے گا ۱۰ تو وہاں جو کچھ دیکھے گا وہی تیرا دل چاہتا ہے جس کو تیرا دل چاہتا ہے تو وہی دیکھے گا ۱۱ بے سروپا۔ مفلس۔

دلِ[1] ہر ذرّۂ کہ بشگافی
آفتابیش درمیاں بینی

جاں[2] گدازی اگر بہ آتش عشق
عشق را کیمیاے جاں بینی

در[3] مضیق جہات درگذری
وسعتِ ملک لامکاں بینی

آنچہ[4] نہ شنیدہ گوش آں شنوی
آنچہ نادیدہ چشم آں بینی

تا[5] بجاے رساندت کہ یکے
از جہان و جہانیاں بینی

با[6] یکے عشق ورز از دل وجاں
تا بہ عین الیقیں عیاں بینی

کہ یکے ہست و ہیچ نیست جزاو
وحدہ لا الہ اِلّا ہو

ترکیب بند از سلمان ساوجی

اے[7] ذرّۂ لامکاں مکانت
معراج ملائک آسمانت

---

[1] تو جس ذرّہ کے دل کو چیر کر دیکھے گا تو تجھے اُس میں جلوہ آفتاب حقیقت نظر آئے گا [2] اگر تو آتش عشق کو جان کی کیمیا پائے گا (یعنی جان کی اعلیٰ ترقی کا ذریعہ عشق الہٰی حاصل کرنا ہے۔
[3] مضیق جہات (طرفوں کی تنگ جگہ) کنایہ ہے دنیا سے [4] تو وہ سنے گا جو کسی کان نے نہیں سنا ہے تو وہ دیکھے گا جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے [5] وہ تجھے ایسے مقام پر پہنچا دے گا جہاں تو جہان اور جہان والوں کو ایک دیکھے گا یعنی تجھے مرتبہ ہمہ اوست کا حاصل ہو جائے گا [6] تو خدا کی ایک ذات کا عشق دل وجان سے حاصل کر تا کہ اُس کی ذات پاک کو یقین کے آنکھوں سے دیکھ لے عین الیقین کسی چیز کو آنکھ سے دیکھ کر یقین کرنا [7] ذروہ ۔ کنگورہ ۔ لامکاں ۔ بالائے عرش ۔ معراج ۔ سیڑھی ۔ انتہائی ۔

[۱] سلطانی و عرش تکیہ گاہت — خورشیدی و ابر سایہ بانت
[۲] طاقیست فلک ز کارگاہت — مرغیست ملک ز آشیانت
[۳] کوثر عرقیست از جبینت — طوبی ورقے ز بوستانت
[۴] ہر چند کہ پرورید تقدیر — در دامن آخرالزمانت
[۵] فرزند نخست فطرتی تو — طفلے است طفیل آسمانت
[۶] آں قرطہ مہ کہ چاردہ شب — خورد و وخت شگاف یک بنانت
[۷] تو خانۂ شرع را چراغی — عالم ہمہ روشن از زبانت
[۸] تو گنجِ دو عالمی ازاں روئے — کردند بخاک درنہانت

---

۱ تو بادشاہ اور تیری تکیہ گاہ عرش ہے تو آفتاب ہے اور ابر تیرا سایہ بان ہے ۲ کارگاہ کارخانہ ۳ کوثر۔ بہشت کی ایک نہر ہے۔ طوبی۔ بہشت میں ایک بیری کا درخت ہے ۴ ہر چند کہ تقدیر (حکم الہٰی) نے آپ کو آخری زمانہ کے دامن میں پالا ہے (یعنی سب نبیوں اور رسولوں کے آخر میں پیدا کیا ہے) ۵ لیکن تو فطرت کا پہلا بچہ ہے (حدیث میں ہے اول ماخلق اللہ نوری۔ خدا نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ میرا نور تھا) آسمان تیرا طفیلی بچہ ہے (حدیث قدسی ہے لولاک لما خلقت الافلاک اگر تو نہ ہوتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا ۶ قرطہ کرتا اس شعر میں معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے رسول اللہ صلعم کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تھے ۷ تو شرع کے گھر کا چراغ ہے ساری دنیا تیری زبان (کلام) سے روشن ہے ۸ اس شعر میں حسن تعلیل ہے تو دونوں جہان کا خزانہ ہے اس لئے تجھے خاک میں چھپا دیا ہے۔ خزانہ زمین میں دفن کیا جاتا ہے۔

[1] از تست صلات در حق ما | از ما صلوات بر روانت

[2] یا قوم علی النبی صلّوا

توبوا و تضرّعوا و ذلّوا

[3] بابائے شفیق ہر دو عالم | فرزند خلف ترین آدم

[4] او خاتم انبیاست زاں سنگ | بر سینہ بہ بست ہمچو خاتم

[5] اے پیرو تو کلیم عمراں | وے پیش روت مسیح مریم

[6] در ذیل محمدی زد ایں دست | از دولت احمدی زد آں دم

[7] زیں شد دم آنچناں مبارک | زاں شد کفِ ایں چنیں مکرّم

---

[1] ہمارے حق میں تجھ سے رحمتیں ہوتی ہیں۔ ہماری طرف سے تجھ پر درود ہو [2] اے قوم! تم نبی پر درود بھیجو۔ تم توبہ کرو۔ زاری کرو۔ گڑگڑاؤ [3] بابائے شفیق۔ مہربان باپ۔ چونکہ رسول اللہ صلعم کی ذات پاک تمام انسانوں سے افضل ترین ہے۔ اس لئے آپ کو فرزند خلف ترین آدم کہا ہے [4] خاتم انبیا۔ لقب حضرت محمد صلعم ہے۔ آپ پر نبوت اور رسالت ختم ہو گئی ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئیگا خاتم۔ مہر۔ رسول اللہ صلعم کے پشت پر بخط نور لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی مہر تھی [5] کلیم عمران حضرت موسیٰ عمران آپ کے دادا کا نام تھا۔ مسیح لقب حضرت عیسیٰ کا (بہت سیر کرنے والا) آپ بہت سیر و سیاحت کرتے تھے اس لئے آپ کا یہ لقب رکھا گیا۔ مریم حضرت عیسیٰ کی ماں کا نام تھا۔ [6] ذیل۔ دامن [7] دم آنچناں میں آنچناں کا مشارٌ الیہ حضرت عیسیٰ ہیں آپ کے دم سے بیمار تندرست اور مردے زندہ ہو جاتے تھے۔ کف ایں چنیں میں ایں چنیں کا مشارٌ الیہ حضرت موسیٰ ہیں۔ آپ جب گریبان سے ہاتھ نکالتے تھے تو وہ آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا تھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کو معجزے عطا ہوئے تھے وہ سب آنحضرت صلعم ہی کا معجزہ تھا۔

ازﷺ عیسیٰ مر بمی موخر	بر عالم و آدمی مقدّم
۲ سلطان دو عالمی و مستت	ملکِ ازل و ابد مسلّم
۳ باغیست فضائے کبریایت	بیروں ز ریاضِ سبز طارم
۴ ترکانِ سفید روئے بلغار	ہندوئے دو نرگس سیاہت
۵ ذی اجنحہ لشکر جناحت	قلب فقرا بود سپاہت
ما مجرم و عاصیم و زاریم	اُمید بلطف عذر خواہت
۶ باآنکہ ہزار کوہ کاہیست	با صرصر قہر کوہ کاہت

۷ سلطانِ رُسل سراج ملّت
ہادی سُبل شفیع اُمّت

قطعہ کے معنی ٹکڑے کے ہیں (اس کو قطعہ اس لئے کہتے ہیں کہ مطلع سے قافیہ قطع کر لیا گیا ہے) اصطلاح میں اُس مجموعہ اشعار کو

---

۱ آنحضرت صلعم حضرت عیسیٰ کے بعد عالم وجود میں تشریف لائے تھے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ کنت نبیّا و آدم لمنجدل بین الماء والطین۔ میں نبی تھا حالانکہ آدمؑ آب و گل ہی میں تھے ۲ آپ دونوں عالم کے بادشاہ ہیں۔ ملک ازل اور ملک ابد آپ کے لئے مسلم ہے ۳ فضا۔ میدان وسیع۔ سبز طارم کنایہ ہے آسمان سے ۴ بلغار ظلمات کے پاس ایک شہر ہے سکندر نے اس کو بنایا تھا ۵ ذی اجنحہ۔ بازو والے مراد ہے فرشتوں سے۔ جناح۔ ہراول ۶ صرصر۔ تیز آندھی ۷ رُسل۔ رسول کی جمع سُبل۔ سبیل کی جمع۔ راستہ۔ ہادی۔ رہنما۔ ملّت۔ مذہب۔ ملل جمع۔

کہتے ہیں جو وزن و قافیہ میں متحد ہوں اور ان میں مطلع نہ ہو۔ اگر کسی قصیدہ کا مطلع دور کر دیں تو قطعہ رہ جائے گا۔ قطعہ میں دو شعر سے کم نہیں ہوتے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے اس کا مضمون قصیدہ کی طرح مسلسل ہوتا ہے۔ فارسی میں قطعات سب سے بہتر ابن یمین کے مانے گئے ہیں۔ مثال میں فائق اکبر آبادی کا یہ قطعہ لکھا جاتا ہے۔

قطعہ

دوش رفتم جانب گور غریباں یک طرف دیدم آں جا سر بصحرا دادہ شوریدہ حال
بر سر بالین یک تربت فتادہ مست وار در میان بیخودی می داشت ایں قال و مقال
شد کجا اے خفتگان خاک حسرت ایں زماں تاج و تخت و دولت و اقبال و جاہ و ملک و مال
از متاع دار دنیا چیست در دست شما جز دریغ و حسرت و افسوس و اندوہ و ملال
گر تو فائق پیش بینی در عمل کن چار چیز
خوردن و پوشیدن و بخشیدن و فکر مآل

قطعہ

رزق ہر چند بے گماں برسد شرط عقل است جستن از درہا
گرچہ کس بے اجل نخواہد مُرد تو مرو در دہان اژدرہا

مسمّط۔ تسمیط سے مشتق ہے۔ جس کے معنی موتیوں کا لڑی میں پرونا اور اصطلاح میں چند ایسے مصرعوں کو جمع کرنا جو وزن اور قافیہ میں کسی شعر کے مصرع اوّل سے متفق ہوں۔

اگر کسی شعر کے مصرعہ اصلی پر ایک مصرع بڑھائیں تو اس کو مثلّث

کہیں گے۔ دو بڑھائیں تو مربّع۔ تین بڑھائیں تو مخمّس۔ چار بڑھائیں تو مسدّس۔ پانچ بڑھائیں تو مسبّع۔ چھ بڑھائیں تو مثمن۔ سات بڑھائیں تو متسع۔ آٹھ بڑھائیں تو معشر۔ آٹھ سے زیادہ مصرعوں کے بڑھانے کا دستور نہیں ہے۔ اس طرح کے جتنے مصرعے ہموزن اور ہم قافیہ جمع کریں ان میں باہم لفظی اور معنوی مناسبت ہونی چاہئے اور اول سے آخر تک سب ایک صورت کے ہوں۔ جدا نہ معلوم ہوں مثالیں حسب ذیل ہیں۔

مثلث

اے قبلۂ دین و کعبۂ حق　　ذات تو سمیّ ذات مطلق[۱]
کم مثل تو زیر چرخ ازرق
محکوم[۲] تو آسماں خراب است　　مملوک تو مالک الرقاب است
دہر از حشمت سمند[۳] ابلق

مربع

نالۂ مرغاں شدہ بر فلک از ہر طرف　　باغ شدہ چوں صنم باد شدہ چوں سمن
ابر بوقت بہار چوں کہ کشوداست کف　　ژالہ نگہ چوں گہر لالہ سراسر صدف

۱؎ سمی۔ ہم نام۔ ذات مطلق سے مراد ذات حق۔ چرخ ازرق۔ نیلا آسمان۔ ۲؎ محکوم۔ خادم۔ ماتحت۔ مملوک۔ غلام۔ مالک الرقاب۔ گردنوں کا مالک ۳؎ سمند ابلق۔ ابلق گھوڑا مراد دنیا سے۔ رات کی سیاہی اور دن کی سپیدی کے لحاظ سے۔

مخمّس

دوش دیدم دلبرے مہ پارۂ مہر چہرے مہوشے سیّارہ
بُدبدوششِ عقربِ جرارۂ دیگرے برجانبِ رُخسارۂ
ہردو جویانِ دل آوارۂ
بارہا در شہرہا جوئیدہ ام بارہا در دشتہا پوئیدہ ام
بارہا در باغہا بوئیدہ ام بارہا در راغہا روئیدہ ام
تا بہارت را کنم نظارۂ

مخمّس دیگر

مردم چشم غزالم بر میدن بیتاب قطرۂ آب سرشکم بچکیدن بیتاب
لالۂ داغِ فراقم بہ دمیدن بیتاب شعلۂ آتش عشقم بہ تپیدن بیتاب
پا بدامانم و در شوق دویدن بیتاب

مسدّس

شد نسیم سحری باز ہوا دار چمن گشت شاخ گل او زنگ خس و خار چمن
داغ فردوس بریں گرمی بازار چمن سایۂ بال ہما سایۂ دیوار چمن
روش باغ زانبوہی نسرین و بہار
کہکشاں ریختہ گوئی بفضاے گلزار

مسبّع

بہار خانہ بر انداز عاشقاں آمد
بوستان شکیب و خرد خزاں آمد
ہوائے بادیہ در ہر سر جواں آمد
نشان تفرقہ پیدا بہ ہمگناں آمد
لب خموش مرا باز در فغاں آمد
ز شہر و خانہ دلم تنگ دوستاں آمد
کجاست وادی مجنوں نشاں دہید مرا

مثمن

دوستاں حال دلِ زار مرا گوش کنید
یک شب افسانۂ بیمار مرا گوش کنید
قصۂ دیدۂ خونبار مرا گوش کنید
تپش آہ شرربار مرا گوش کنید
شرح درد و غم بسیار مرا گوش کنید
ماجرائے ستمِ یار مرا گوش کنید
برد از من بنگاہے دل و صد پارہ نمود
آہ این شیشہ سزاوارِ سر سنگ نبود

مسبع از منوچہر

ہمی گردد صبا پیراہنِ گل
ہمی درّد ز گل پیراہن گل
ہوا گر نیست عاشق بر تنِ گل
چرا بندد گہر بر گردنِ گل
بہ نیساں گشتہ بستاں معدن گل
دل مستاں خوشاں از چیدن گل
نخسپد مرغ جز بر دامنِ گل
جہاں روشن رداں از دیدن گل

خروشاں عندلیب از شاخ عرعر

معشر از جوہری زرگر

اے بہنگام شجاعت چوں علی مرتضیٰ — صد چو رستم پیش فوجت زال در روز وغا
ردۂ خصم تو ہر یک اژدہائے جانگزا — در درونِ وے سنانت چوں زبان اژدہا
بر سر خوانِ نوالت چرب بفزائی سما — مطبخت را مہر و مہر دوست سنگِ آسیا
خاک درگاہت مسِ آزو امل را کیمیا — پیش دریائے کفت غرقِ عرق ابر از حیا
بحر از رشک گفت دیوانہ گر نبود چرا
بر سرِ مہ شورشے پیدا شود چوں بنگری

باب دوم علم بیان

علم بیان۔ اُن قاعدوں کو کہتے ہیں جن کے لحاظ رکھنے سے ایک بات کو کئی طریقہ سے بیان کر سکتے ہیں۔ اُن میں سے بعض طریقوں کی دلالت مطلب پر واضح ہو گی اور بعض کی بہت ہی واضح۔

دلالت کی تعریف اور اُس کی قسمیں

دلالت۔ کسی چیز کا ایسی حالت پر ہونا کہ اُس کے جاننے سے دوسری چیز کا جاننا لازم آئے۔ جیسے دھوئیں سے لازم آتا ہے کہ

آگ ہو اس لئے دھواں آگ پر دلالت کرتا ہے۔

جو دلالت کرتا ہے اُس کو **دال** (دلالت کرنے والا) اور جس پر دلالت کرے اُس کو **مدلول** (دلالت کیا گیا) کہتے ہیں۔ جیسے اس مثال میں دھواں دال ہے اور آگ مدلول۔

دلالت کی تین قسمیں ہیں۔ وضعی۔ تضمنی۔ التزامی۔

وضعی۔ لفظ اس معنی پر دلالت کرے جس کے لئے بنایا گیا ہے جیسے انسان کی دلالت حیوان ناطق پر۔

تضمنی۔ لفظ جس معنی کے لئے بنایا گیا ہے اُس کے ایک جزو پر دلالت کرے جیسے انسان کی دلالت تنہا حیواں پر۔ یا حیوان کی دلالت جسم پر۔

التزامی۔ لفظ ایسے معنی پر دلالت کرے کہ نہ وہ اُس معنی کے لئے بنایا گیا ہو نہ وہ اُس لفظ کے کل معنی کا جزو ہو بلکہ یہ اُس کے لئے خارج سے لازم ہو گئے ہوں جیسے انسان بول کر ہنسنے والا مراد لیں۔

فائدہ۔ ۱۔ دلالت وضعی کو مطابقی بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں لفظ اور معنی میں مطابقت ہوتی ہے اور دلالت تضمنی اور التزامی کو دلالت عقلیہ بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ دلالت تضمنی میں عقل اس بات کا حکم کرتی ہے کہ جب کُل ذہن میں حاصل ہو گیا تو جزو بھی ذہن میں آجاتا ہے اور دلالت التزامی میں اس بات کا حکم لگاتی ہے کہ جب ایک جزو کا علم ذہن کو ہوا تو اُس کے لوازمات بھی ذہن میں آجاتے ہیں۔ مثلاً جب شیر کو جانا تو اُس کا یہ خیال بھی ذہن میں آجائے گا کہ وہ درندہ ہے۔

فائدہ ۲ ۔مطلب کی وضاحت کی کمی بیشی معنی وضعی میں نہیں ہوسکتی۔غیر وضعی میں ہوتی ہے اس لئے جب لفظ معنی وضعی پر دلالت کرے تو کسی قاعدہ کی ضرورت نہیں ۔ معنی غیر وضعی میں جب لفظ بولا جائے تو اُس کے لئے قاعدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔لہذا اُسی کے قاعدے علم بیان میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

اس علم کا **موضوع** لفظ ہے اور اُس کی **غرض** یہ ہے کہ دلالت عقلی جس معنی کو بتاتی ہے وہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے اور اُس سے فائدہ حاصل کرنے کی استعداد حاصل ہو جائے۔

معنی کے اعتبار سے لفظ کے اقسام

لفظ کی چار قسمیں ہیں ۔تشبیہ۔ استعارہ ۔مجاز مرسل۔کنایہ۔

تشبیہ کا بیان

تشبیہ ۔دو جدا جدا چیزوں میں سے ایک کو دوسرے سے کسی وصف میں مشابہت دینے کو کہتے ہیں خواہ وہ وصف مذکور ہو یا نہ ہو۔

تشبیہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں ۔مشبّہ ۔مشبّہ بہ۔ وجہ شبہ ۔حرف تشبیہ۔

۱۔مشبّہ ۔ وہ جس کو تشبیہ دیں۔

۲۔مشبّہ بہ ۔ وہ جس سے تشبیہ دیں۔

۳۔ وجہ شبہ ۔ جس سبب سے تشبیہ دیں۔

۴۔حرف تشبیہ ۔ وہ جو مشابہت کو بتلائے۔

جیسے "رویت ہمچو ماہ است" میں رو مشبہ ہے اور ماہ مشبہ بہ اور ماہ کی روشنی اور چمک وجہ شبہ اور ہمچو حرف تشبیہ مثلاً۔

چہ قیامت است جاناں کہ بعاشقاں نمودی ‌ ‌ ‌ ‌ رُخ ہمچو ماہ تاباں دلِ ہمچو سنگ خارا
مرا چوں خلیل آتشے در دل است ‌ ‌ ‌ ‌ کہ پندارم ایں شعلہ بر من گُل است
چو یعقوبم ار دیدہ گردد سپید ‌ ‌ ‌ ‌ نہ برّم ز دیدار یوسف اُمید

تشبیہ کے لئے مشبہ اور مشبہ بہ میں مغائرت ہونا لازم ہے یعنی دونوں ایک جنس سے نہ ہونا چاہیئے اور تشبیہ ادنیٰ کی اعلیٰ سے دینا چاہیئے لیکن اعلیٰ کی ادنیٰ سے بھی جائز ہے۔ جیسا نظامی کے یہ اشعار ہیں۔

وجودش[1] آں فروزاں آفتاب است ‌ ‌ ‌ ‌ کہ ذرہ ذرہ ازوے نور یاب است
تاجِ[2] تو افسوس کہ از سر بہ است ‌ ‌ ‌ ‌ جل زسگ و توبرہ از خر بہ است
گدا ازبسکہ دیدہ قحطِ احساں ‌ ‌ ‌ ‌ ہلال عید را داند لب ناں
جہاں پیمانہ را ماند بعینہ ‌ ‌ ‌ ‌ کہ چوں پُر شد تہی گردد بہ یکبار

تشبیہ کا فائدہ۔ یہ ہے کہ کلام میں ایک طرح کی لطافت اور خوبی پیدا ہو جاتی ہے۔

فائدہ۔ تشبیہ میں مشبّہ اور مشبّہ بہ میں سے ایک کو ادنیٰ دوسرے کو اعلیٰ ہونا ضروری ہے اگر ایسا نہ ہو تو وہ تشبیہ نہیں ہے اُس کو تشابُہ کہیں گے۔

---

[1] یہ شعر باری تعالیٰ عزّ اسمہ کی تعریف میں ہے [2] اس شعر میں نظامی نے انسان کی شرافت کو بیان کیا ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ انسان تمام بزرگیوں کا جو اس میں پائی جاتی ہیں ہرگز مستحق نہیں ہے۔ تاج۔ جل توبرہ سے شرافت مراد لیا ہے اور تو سر سگ خر سے ذات انسانی۔

تشبیہات

چونکہ تشبیہات و استعارات وہی استعمال کئے جا سکتے ہیں جن کو فصحا نے استعمال کیا ہو۔ اس لئے بعض وہ تشبیہات جن کو فصحائے اہل فارس نے استعمال کیا ہے یہاں لکھے جاتے ہیں۔

تشبیہ قامت۔ سرو۔ صنوبر۔ شمشاد۔ سروِ رواں۔ سروِ آزاد۔ سروِ خراماں۔ سروِ ناز۔ سروِ سہی۔ طوبیٰ۔ شاخ طوبیٰ۔ شاخ گل۔ قیامت نخل۔ نہال۔ تیر۔ جیسے گلبن باغ جناں۔

تیر قدے بر سر پیرے نژند گفت ببازی کہ کمانت بچند
از ہر الفش کہ در نظر بود سرو قد یار جلوہ گر بود

ع۔ قیامت قامتے گلگوں عذارے۔ ع۔ قامت او گلبن باغ جناں

تشبیہ خرام۔ بہار۔ برق۔ نسیم صبح۔ نسیم سحر۔ باد صبا۔ شمیم گل۔ نرمی رفتار۔ آب۔ جیسے ع۔ چوں برق دماں خرام نازش ہ

می آمد و گل ز دست می رفت می رفت و نسیم مست می رفت

تشبیہ موئے سر۔ شب۔ نیم شب۔ شب دیجور۔ شب یلدا۔ ظلمات مشک۔ عنبر فام۔ شام۔ دام مشکیں۔ ابر سیہ۔

موئے سر تو شب بود و رویت آفتاب از تاب آفتاب دل شب دو نیم شد
بغیر از فرق آں خورشید پرتو نشد در نیم شب پیدا مہ نو

تشبیہ فرق۔ راہ ظلمات۔ خط استوا۔ خط کہکشاں۔ برق رخشاں۔

آں فرق در موئے تو بر سر عجب افتادہ   برقیست درخشندہ کہ در نیم شب افتاد

فرقت از خوئے نمایاں شدہ اے رشک ملک
چوں خط نقرہ کہ ظاہر شود از روئے محک

تشبیہ زلف و کاکل و گیسو۔ سنبل۔ دستۂ سنبل۔ ریحان۔ کمند
زنجیر۔ طناب۔ مشک۔ شام۔ حبش۔ تازیانہ۔ مار۔ عقرب عنبر سارا عقرب جرّارہ
رشتہ۔ رسن۔ لام میم۔ چوگان۔ چلیپا۔ ابر سیاہ۔ دام۔ قلاب۔ ہندو۔ خطا۔
ختن۔ تاتار۔ چین۔ کافر۔ جیسے عندلیب۔ جامی۔ قدسی۔ صائب
شیدا کے یہ اشعار۔

پریشاں چوں کند یارم برُخ زلف چلیپا را   ۱   کند آشفتہ ہر جا مجمعے خاصہ دل مارا
زلف تو زنجیر یا قلاب یا مشک ختن   ۲   سنبل تر یا سمن یا عنبر سارا است ایں
اے زلف خوشت کہ دل پسند افتاد است   ۳   بر قامت سروت چو کمند افتاد است
سایہ تا افتاد زاں مشکیں سلاسل بر زمیں   ۴   سایۂ رحمت مسلسل گشت نازل بر زمیں
زلف او را رشتۂ جاں گفتم و گشتم خجل   ۵   زانکہ ایں معنی چو زلفش پیش پا افتادہ است
بمن بنمود آں عارض و زلف   ۶   یعنی کہ مرو ہست قمر در عقرب

تشبیہ رُخ۔ ماہ۔ آفتاب۔ شمع۔ چراغ کعبہ مصحف۔ گل۔ شعلہ۔
مشعل۔ شعلۂ طور۔ نخل طور۔ صبح۔ روز۔ گلستاں۔ باغ ارم۔

ع۔ رُخسار دل فروزت یا شد مہ مبارک

جامی ؎ عارض است ایں یا قمر یا لالۂ حمرا است ایں
یا شعاع شمس یا آئینہ دلہا ست ایں

تشبیہ خال - ہندو - مشک دانہ - سپند - نقطۂ سویدا - مردمک -
حجر الاسود - تخم سیب - حبشی زاد - زنگی بچہ -

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

تشبیہ جبین - آئینہ - لوح سیمیں - لوح محفوظ - ماہ - ہلال - بدر -
خورشید - زہرہ - مشتری - سہیلی ؎

لوح سیمیں یا سنجل یا جبیں یا سطح نور شعلہ طور تجلّی یا ید بیضاست ایں

تشبیہ چین پیشانی - تیغ - رگ گل - لوح - موج آب حیات ؎

کسے کہ تشنہ لب یار ہست می داند کہ موج آب حیات است چین پیشانی

تشبیہ ابرو - محراب - ہلال - کمان - قوس قزح - ذوالفقار - شمشیر -
خنجر - حلقۂ کمند - طاق - کلید - نون -

کمانِ او ہلال عید قرباں جہانش حلقہ در گوش از دل و جاں
بالا چو سنان آب دادہ ابرو چو کمند تاب دادہ
با ابروے چشم قصد جاں را شمشیر سپرد ہندواں را

ع - قربان کمانخانۂ ابروے کسے بود

رخسار دلفروزت یا شد مہ مبارک شبہاے طاق ابن ماہ آں ابروان طاق است

تشبیہ چشم - بادام - نرگس - ترک - ہندو - زہرہ - سامری - ساحر - جادو
فسوں ساز - ظالم - ساغر - آہو - غزال - صاد - عین -

ع - غلام نرگس مستِ تو تاجدارانند

ع - بادام تو دوش ناغنودہ ؎

افتادہ است خال تو در چشم شوخ تر | این نافہ پیش پیش رود از غزال تو
با آہو نسبت چشمش چو دام چیں بر ابرو زد | کہ چشم شیر گیر من ندارد ہیچ آہوئے
آں نرگس بیمار عجب ہوش رُبائیست | ایں ظالم مظلوم نما طرفہ بلائیست

تشبیہ مژگاں - خنجر - تیغ - سنان - نیزہ - تیر - خار - سوزن - چنگال - خدنگ - پیکان - نیش - نشتر -

بضرب تیغ مژگانے جگر تاز | گرفتہ تاج از خوبان طنّاز

پیوستہ ابرو در کشش ہموارہ مژگاں در زدن
تا کسے بر دل خورد ایں دشنہ ہائے تیز را

تشبیہ گردن - صراحی - دستۂ عاج - بیاض صبح - گردن آہو -

مقرر کردہ در خدمت گذاری | صراحی گردنے را آبداری

تشبیہ لب - غنچہ - رگ گل - پستہ - آب حیات - موج کوثر - موج تسنیم - موج شراب - رشتہ جاں - مسیحا - شہد - شکر - نبات - قند - لعل - یاقوت - عقیق - مرجان - ہلال - آتش خاموش - ۵

لعل او کردہ بر شکر میری | شہد را دادہ چاشنی گیری

ع - گلقند بسے بہر شکر خند - ع - لب تنگ شکر نہادہ بر تنگ

تشبیہ خط - بنفشہ - ہندو - ریحان - زمرد - خط ریحاں - خط غبار - خضر - سبزہ - مورچہ - ہالہ - زنگ - عنبر - مشک - جدول مشکیں - جدول زنگاری - ع - بنفشہ رُستہ بر رُخسارِ او گوئی -

تشبیہ دہن - غنچہ - پستہ - انگشتری - جوہر فرد - نقطۂ موہوم صفر -

عدم ۔ صدف ۔ قطرہ ۔ تنگ شکر ۔ حقّۂ مروارید ۔ حقّہ مرجان حقّہ یاقوت میم ۔ کوزۂ نبات ۔

تشبیہ دنداں ۔ گوہر ۔ دُر ۔ ژالہ ۔ الماس ۔ انجم ۔ دانۂ انار ۔ عقد گوہر ۔ سلک دُر ۔ کمال اسمٰعیل ؎

رویت دریاے حسن و لعلت مرجاں ۔ زلفت عنبر صدف دہن دُر دنداں

ابرو کشتی چین پیشانی موج ۔ گرداب بلا غبغب و چشمت طوفاں

تشبیہ خندہ و تبسم ۔ برق ۔ لمعۂ برق ۔ غنچۂ نیم شگفتہ ۔

تشبیہ سر انگشت حنائی ۔ غنچہ گل ۔ فندق ۔ عناب ۔ گل اورنگ ۔

تشبیہ پنجہ حنائی ۔ آفتاب سحر ۔ پنجۂ مرجاں ۔ پنجۂ گل ۔

تشبیہ لطف و سخا ۔ ابر ۔ دریا ۔ کوثر ۔ چشمۂ بہشت ۔ آب حیات ۔ بارانِ رحمت ۔

تشبیہ خلق ۔ مشک ۔ کافور ۔ نسیم سحر ۔ باد بہار ۔ شمیم ۔ گل ۔ عطر ۔

تشبیہ قہر و غضب ۔ برق ۔ آتش دوزخ ۔ باد سموم ۔ باد صرصر ۔ صورِ قیامت ۔ باد خزاں ؎ ۔

لطفش بہ بہار شادمانی ۔ قہرش بہ سموم مہرگانی

تشبیہ کے اقسام اوّلی

تشبیہ کی پانچ قسمیں ہیں ۔ مشروط ۔ عکس ۔ تسویہ ۔ اضمار ۔ تفضیل ۔

۱ ۔ تشبیہ مشروط ۔ جس میں مماثلت کسی شرط پر موقوف ہو ۔ جیسے ۔

چوں تو بباغ بگذری گل نہ سدبہ بوئے تو ۔ لیک بقامتت رسد سرو اگر رواں شود

نظامی۔ چو پیل ار پیل باشد آدمی رو | چو شیر ار شیر باشد عنبریں بو

خسرو۔ ماہی ار ماہ فلک را از کماں ابرو بود | سروی ار سروسہی را عنبریں گیسو بود

۲۔ تشبیہ عکس۔ ایک مرتبہ مشبّہ کو مشبّہ بہ کردیں پھر مشبّہ بہ کو مشبّہ۔ جیسے۔

شام گردد چو صبح زرد لباس | صبح گردد چو شام تیرہ شعار

مُلے ہمچو گل در کف دست شاہ | گُلے ہمچو مُل در کف دست شاہ

۳۔ تشبیہ تسویہ۔ اپنی اور محبوب کی ایک ایک چیز کو مشابہ کریں۔

دہان تو چو دل زار عاشقت تنگ است | تنش چو موئے میان تو لاغری دارد

عبدالواسع جبلی۔ پشت خم دیدۂ من ہم نسبت جعد ویست

جعد شوریدۂ او ہم صفت حال منست

۴۔ تشبیہ اضمار۔ ظاہر کلام ایسے ڈھنگ سے ہو کہ معلوم ہوتا ہو کہ تشبیہ مقصود نہیں ہے۔ مگر حقیقت میں تشبیہ ہو۔ جیسے۔

عاشق اگر منم چرا[1] غنچہ دریدہ پیرہن | کشتہ اگر منم چرا لالہ بخوں زدہ کفن

اگر سرو توئی چراست پایم در گل | ور لالہ توئی بدل من داغ چراست

۵۔ تشبیہ تفضیل۔ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دیں۔ پھر مشبّہ کو مشبّہ بہ پر ترجیح دیں۔ جیسے۔

سرو را قدّ یار می گویند | سرو چوبے ست ناتراشیدہ

پیش خط تو غالیۂ مشکناب چیست؟ | آنجا کہ روے تست مہ و آفتاب چیست

---

[1] یعنی میں عاشق مثل غنچہ دریدہ پیرہن ہوں اور مثل لالہ خون میں غرق ہوں۔ بظاہر یہ تشبیہ نہیں معلوم ہوتی۔ مگر حقیقت میں تشبیہ ہی ہے۔

تشبیہ کے دیگر اقسام مشہورہ

۱۔ وجہ شبہ کے ذکر اور حذف کے اعتبار سے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں۔
تشبیہ مفصّل۔ تشبیہ مجمل۔

تشبیہ مفصّل۔ اُس کو کہتے ہیں جس میں وجہ شبہ مذکور ہو۔ جیسے زید در شجاعت شیر است۔ یہاں شجاعت جو وجہ شبہ ہے مذکور ہے یا جیسے یہ اشعار ؎

لغزد خرد زلعلِ تو چوں از شراب پائے　　　لرزد دلم زچشم تو چوں از خمار دست

دونوں مصرعوں میں وجہ شبہ لغزیدن اور لرزیدن ہے ؎

جہاں پیمانہ را ماند بعینہ　　　کہ چوں پُر شد تہی گردد بہ یکبار

اس شعر میں وجہ شبہ تہی گشتن اور پر شدن ہے۔

تشبیہ مجمل۔ وہ جس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو۔ جیسے زید شیر است یہاں شجاعت جو وجہ شبہ ہے مذکور نہیں یا جیسے یہ اشعار۔

کفش راحت دہ ہر محنت اندیش　　　نہادہ مرہمے بر ہر دلِ ریش
قدش را دیدہ ام تیغ کشیدہ　　　لبش را دیدہ ام چوں گل دریدہ

۲۔ وجہ شبہ کے قرب و بعد کے اعتبار سے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں۔
قریب۔ بعید۔

تشبیہ قریب۔ وہ ہے جس میں وجہ شبہ جلد سمجھ میں آجائے ایسی تشبیہ مبتذل کہلاتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں وجہ شبہ صرف ایک ہوتی ہے اور

اُس کو مشبّہ بہ سے نسبت قریب ہوتی ہے اور مشبّہ بہ کو اکثر لوگ سمجھ لیتے ہیں۔
جیسے رات کی تشبیہ قبر سے اور سپیدی کی شہد یا برف سے اور زلف کی
رات سے اور چہرۂ روشن کی آفتاب سے یا آفتاب کی آئینہ سے۔ جیسے۔

ہلالے کہ بر آسماں جاے اوست　　　تراشیدۂ ناخن پائے اوست

تشبیہ بعید۔ وہ ہے جس میں وجہ شبہ غور و تامل کے بعد معلوم ہو۔
اُس کو غریب بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں وجہ شبہ متعدد ہوتی ہے
اور مرکب ہوتی ہے اور مشبّہ کو مشبّہ بہ سے دور کی نسبت ہوتی ہے اس لئے
مشبّہ بہ جلد ذہن میں نہیں آتا۔ جیسے یہ شعر ؎

زابر سیاہ و برف سفید و زمینِ سبز[1]　　　طوطی ہمی پدید شد از بیضۂ غراب

فائدہ ۱۔ تشبیہ غریب بہ نسبت تشبیہ قریب و بتذل کے بلیغ اور بہتر ہوتی ہے اس لئے
کہ جو چیز طلب سے حاصل ہوتی ہے اُس کی قدر اور لذت زیادہ ہوتی ہے۔

فائدہ ۲۔ کبھی شعرا اپنے تصرفات شاعرانہ سے تشبیہ قریب کو بعید کر لیتے ہیں۔ اس
وقت تشبیہ قریب بھی بہتر اور ابلغ ہو جاتی ہے۔ جیسے قاآنی کے یہ اشعار ہیں ؎

ماہ من ماند بہ سرو ار سرو جولاں داشتے　　　سرو من ماند بماہ از ماہ دستاں داشتے

ماہ بودے ماہ اگر چوں سرو بودے بر زمیں　　　سرو بودے سرو اگر چوں ماہ جولاں داشتے

سرو من ماند بماہ و ماہ من ماند بہ سرو　　　سرو اگر مہ، مہ اگر سرو خراماں داشتے

سرو را ماند بہ بالا ماہ را ماند بہ رُخ　　　ماہ اگر گفتے سرود و سرو اگر جاں داشتے

---

[1] اس میں ابر کو زاغ سے برف کو بیضہ سے اور زمین سبز کو طوطی سے تشبیہ دی ہے اگر تشبیہ کا
اعتبار نہ کیا جاے تو ابر و برف کو زاغ اور بیضہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

سرو بودے سرو اگر با مردماں گفتے سخن ماہ بودے ماہ اگر چاہ زنخداں داشتے

۳- غرض تشبیہ کے اعتبار سے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں۔ مقبول۔ مردود۔

جس سبب سے ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اُس کو غرض تشبیہ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر تشبیہ سے کوئی غرض نہ ہو تو تشبیہ بیکار ہو جائے۔

تشبیہ مقبول۔ وہ ہے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ میں زیادہ مشہور ہو، اور کامل ہو اور اس کا حکم مسلم ہو اور بیان امکان میں مخاطب کے نزدیک معروف ہو جیسے زید در شجاعت رستم است۔ یہاں رستم شجاعت میں معروف ہے۔

سودا بہ سرم ہمچو پلنگ اندر کوہ غم بر سر غم ہم چوں سنگ اندر کوہ

دور از وطن خویش بخواری گردم چوں شیر بدریا و نہنگ اندر کوہ

تشبیہ مردود۔ وہ ہے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ میں زیادہ مشہور نہ ہو جیسے زید در سخاوت رستم است۔ رستم سخاوت میں مشہور نہیں ہے۔ اس طرح کی تشبیہ تمسخر اور استہزا سے تو دے سکتے ہیں اور کسی طرح سے جائز نہیں جیسے زید چوں برگ کاہ تنومند است۔

۴- حرف تشبیہ کے حذف و ذکر کے اعتبار سے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں۔ مرسل۔ موکد۔

تشبیہ مرسل۔ وہ ہے جس میں حرف تشبیہ مذکور ہو جیسا کہ زید ہمچو شیر ست۔ یہاں ہمچو حرف تشبیہ مذکور ہے۔ جیسے۔

ع۔ غمزۂ شوخش ہمہ چوں نیشتر

ابروئے او قبلۂ عشاق طاق　　چوں مہ نو در ہمہ آفاق طاق

تشبیہ موکّد۔ وہ ہے جس میں حرف تشبیہ مذکور نہ ہو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ محض حرف تشبیہ کو حذف کر دیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حرف تشبیہ کے حذف کے بعد مشبّہ بہ کو مشبّہ کی جانب مضاف کریں۔ جیسے۔

مے[1] آفتابِ زر فشاں جام بلوریں آسماں
مشرق کف ساقیش داں مغرب لب یار آمدہ

عبہر چشمش گرفتہ سُرخیِ لالہ　　لالہ رویش گرفتہ زردیِ عبہر

یعنی اس کی نرگس عبہر جیسی آنکھ لالہ جیسی سُرخ ہیں اور اس کا لالہ جیسا سُرخ چہرہ نرگس عبہر کی طرح زرد ہو رہا ہے۔ شعرائے عجم کبھی بجائے حروف تشبیہ کے کوئی عبارت لاتے ہیں ؎

از یک صدف گہر شدہ رائے تو و خرد　　وز یک رحم جدا شدہ طبع تو و کرم
بوئے یار من ازیں سست وفا می آید　　گلم از دست بگیرید کہ من از کار شدم

یہاں یار کو گل سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔ بوئے یار آمدن کو بجائے حرف تشبیہ کے ذکر کیا ہے۔

فائدہ۔ تشبیہ کا استعمال آٹھ طور پر ہوتا ہے۔

۱۔ مشبّہ۔ مشبّہ بہ۔ وجہ شبہ۔ حرف تشبیہ چاروں کو ذکر کریں۔ مثلاً کہیں۔ زید مانند شیر است در جرأت۔

---

[1] شراب کو آفتاب زر فشاں سے۔ جام بلوریں کو آسمان سے۔ کف ساقی کو مشرق سے لب یار کو مغرب سے تشبیہ دی ہے۔

۲۔ حرف تشبیہ کو حذف کر دیں۔ مثلاً کہیں۔ زید شیر است در جرأت۔

۳۔ وجہ شبہ کو حذف کر دیں مثلاً کہیں زید مانند شیر است۔

۴۔ مشبّہ کو حذف کر دیں (ایسا جواب استفہام میں ہوتا ہے) مثلاً کہیں۔ مانند شیر است در جرأت۔

۵۔ وجہ شبہ اور حرف تشبیہ کو حذف کر دیں۔ مثلاً کہیں۔ زید شیر است۔

۶۔ مشبّہ اور حرف شبہ کو حذف کر دیں (ایسا جواب استفہام میں ہوتا ہے)۔ زید چگونہ است کے جواب میں کہیں۔ شیر است در جرأت۔

۷۔ مشبّہ اور وجہ شبہ کو حذف کر دیں (ایسا جواب استفہام میں ہوتا ہے)۔ جیسے زید چگونہ است کے جواب کہیں۔ مانند شیر است۔

۸۔ حرف تشبیہ۔ وجہ شبہ۔ مشبّہ تینوں کو حذف کر دیں (ایسا جواب استفہام میں ہوتا ہے) مثلاً زید چگونہ است در جرأت کے جواب میں کہیں۔ شیر است۔

فائدہ۔ ان اقسام میں سے ۵۔۸ قوی ہیں اور ۲۔۳۔۶۔۷ متوسط اور ۱۔۴ بہت ضعیف۔

۲۔ استعارہ کا بیان

استعارہ۔ کے معنی مانگی ہوئی چیز کے ہیں۔ اصطلاح میں استعارہ یہ ہے کہ مشبّہ بولیں اور مشبّہ بہ مراد لیں۔ جیسے نرگس بولیں اور چشم مراد لیں۔ ابر یا دریا بولیں اور سخی مراد لیں۔ سرو کہیں اور قد محبوب مراد لیں۔ آہوئے وحشی کہیں اور ذات محبوب مراد لیں۔ چاند۔ سورج سے معشوق کا چہرہ۔ سنبل سے زلفِ محبوب۔ چمن سے دنیا مراد لیں۔ مثلاً

سرو سیمینا بصحرا می روی | نیک بے مہری کہ بے ما می روی
الا اے آہوئے وحشی کجائی؟ | مرا با تست چندیں آشنائی
در چمن ہر ورقے دفتر حالے دارد | حیف باشد کہ ز حال ہمہ غافل باشی

فائدہ ۔۱۔ تشبیہ اور استعارہ میں یہ فرق ہے کہ استعارہ میں صرف مشبہ ہوتا ہے نہ حرف تشبیہ ہوتا ہے نہ مشبہٌ بہ اور تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کا ہونا لازم ہے جیسے ؎

ماہ کشتی گیر من میل شنا دارد ہمی | آنچہ بے مہری است کہ یار آشنا دارد ہمی

یہاں معشوق کو ماہ سے تشبیہ دی ہے مگر معشوق جو مشبہٌ ہے اُس کا ذکر نہیں کیا۔ اس حالت میں مشبہٌ کو مستعار لہ اور مشبہٌ بہ کو مستعار اور وجہ شبہ کو وجہ جامع کہتے ہیں اور مشبہٌ کے معنی کو مستعار منہ کہتے ہیں۔

فائدہ ۔۲۔ استعارہ تشبیہ سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ استعارہ سے غرض یہ ہوتی ہے کہ مشبہٌ بہ کو عین مشبہٌ ثابت کریں۔ اسی وجہ سے ایک کو ذکر کرتے ہیں اور دوسرے کو حذف کر دیتے ہیں۔ بخلاف تشبیہ کے اس سے غرض صرف مشابہت ہوتی ہے۔

استعارہ کے اقسام

۱۔ مستعار لہٗ اور مستعار منہ کے ذکر اور حذف کے اعتبار سے استعارہ کی تین قسمیں ہیں۔ استعارہ بالتصریح۔ استعارہ بالکنایہ استعارہ تخئیلیہ۔

استعارہ بالتصریح۔ وہ ہے کہ مشبہٌ بہ کو ذکر کریں اور مشبہٌ کو ترک کر دیں۔ جیسے اسدی کا یہ شعر۔

مہش مشک سائے و شکر مے فروش | دو نرگس کماں کش دو گل درع پوش

یہاں مہ سے چہرہ۔ شکر سے لب۔ نرگس سے آنکھ۔ گل سے رُخسار مراد لیا ہے۔

چو دوش از سقفِ مینا رنگ طشت زرنگار افتاد
فلک را کاسہ ہائے نقرہ در دریائے قار افتاد

یہاں سقف مینا رنگ سے آسمان۔ طشت زرنگار سے آفتاب کا سہائے نقرہ سے ستارے۔ دریائے قار سے اندھیری رات مراد لیا ہے۔

فشاند پنجۂ مرجاں ز ابر مروارید
قمر ز جیب شب مشکبار پیدا شد

پنجۂ مرجاں سے دستہائے حنائی۔ ابر سے سر کے بال۔ مروارید سے پانی کے قطرے۔ قمر سے معشوق کا چہرہ۔ شب مشکبار سے سر کے بال کو مراد لیا ہے۔

اس شعر میں معشوق کے نہانے کے بعد کی حالت دکھلائی گئی ہے کہ اُس نے اپنے مہندی لگے ہاتھوں سے بالوں کو نچوڑا تو پانی کے قطرے ٹپکے اور چہرہ سے بالوں کو اُلٹ دیا تو چاند سا مکھڑا نکل آیا۔

ہلال یکشبہ را چوں قریں بدر کنی
ہزار خوشۂ پروین ز آفتاب چکید

ہلال یکشبہ کو انگشت حنائی خمیدہ سے بدر کو پیشانی سے۔ خوشۂ پروین کو پسینہ کے قطروں سے اور آفتاب کو پیشانی سے استعارہ کیا ہے۔

ژالہ از نرگس فرو بارید گل را آب داد
وز تگرگ روح پرور مالش عناب داد

اس شعر میں معشوق کی ندامت کی حالت کی تصویر کھینچی ہے۔
ژالہ استعارہ ہے آنسو سے۔ نرگس آنکھ سے۔ گل چہرہ سے۔ تگرگ روح پرور دانتوں سے۔ عناب لب لعل سے یعنی بحالت ندامت معشوق کی آنکھ سے رخسار پر آنسو ٹپکے اور وہ فرط اندوہ سے ہونٹوں کو دانتوں سے کاٹنے لگا۔

استعارہ بالکنایہ۔ یہ ہے کہ مشبہ کو ذکر یں اور مشبہ بہ کو ترک کردیں ایسا اُس وقت ہوتا ہے جب کوئی قرینہ پایا جائے۔ جیسے

جانت را دوزخ آشیانہ مکن　　　خاطرت را محال خانہ مکن

یہاں جان کو مرغ سے تشبیہ دی ہے اور مرغ کو جو مشبہ بہ تھا۔ حذف کردیا۔ اور آشیانہ جو مرغ کے مناسب تھا ذکر کردیا۔ تاکہ مرغ کے حذف پر قرینہ ہو جائے۔

استعارہ تخییلیہ۔ وہ قرینہ ہے جو استعارہ بالکنایہ میں پایا جائے۔ جیسا کہ "پنجہ مرگ در فلاں کس فرو رفت"

یہاں مرگ کو درندہ سے تشبیہ دی ہے اور مرگ مشبہ ہے جو مذکور ہے اور درندہ مشبہ بہ ہے جو مذکور نہیں ہے۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہوا اور مرگ کے لئے پنجہ ثابت کیا گیا۔ جو درندہ کے اجزا سے ہے کہ استعارہ بالکنایہ کے لئے یہ قرینہ ہو جائے یہی استعارہ تخییلیہ ہے یا جیسے مثال مذکور میں جان کو مرغ سے تشبیہ دے کر آشیانہ اُس کے واسطے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے ۵

بروے کردہ ہمہ حجرہ بوستان ارم   بزلف کردہ ہمہ خانہ کلبۂ عطار

چہرہ کو گل سے اور زلف کو مشک سے تشبیہ دی ہے۔ اور مشبہ مذکور نہیں ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔ گل و مشک کو روے و زلف سے نسبت دے کر حجرہ کو بوستان اور گھر کو طبلۂ عطار بنایا یہ استعارہ تخییلیہ ہے۔

۲۔ طرفین استعارہ کے اعتبار سے استعارہ کی دو قسمیں ہیں۔ استعارہ وفاقیہ۔ استعارہ عنادیہ۔

استعارہ وفاقیہ۔ وہ ہے کہ مستعار لہٗ اور مستعار دونوں کا ایک ذات میں جمع ہونا ممکن ہو۔ جیسے کہیں کہ "زید کہ مردہ بود او را زندہ کردی"۔ مردگی سے گمراہی اور زندگی سے ہدایت مراد لیں۔ زندگی اور ہدایت دونوں کا ایک ذات میں جمع ہونا ممکن ہے۔

استعارہ عنادیہ۔ وہ ہے کہ مستعار لہٗ اور مستعار دونوں کا ایک ذات میں جمع ہونا ممکن نہ ہو۔ جیسے کہیں کہ "ماہ را دیدی"، اور ماہ سے معشوق مراد لیں۔ یہاں ایک ذات میں طرفین کا جمع ہونا ممکن نہیں۔

۳۔ وجہ جامع کے قرب اور بعد کے اعتبار سے استعارہ کی دو قسمیں ہیں۔ عامیہ۔ غریبہ۔

استعارہ عامیہ (یا مبتذلہ) وہ ہے جس میں وجہ جامع ظاہر ہو جیسے۔ نظامی کا یہ شعر

ہنوزم ہندواں آتش پرستند   ہنوزم چشم چوں ترکان مستند

زلف کو ہندو سے اور رخسار کو آتش سے استعارہ کیا ہے۔ وجہ جامع

اول میں سیاہی ہے اور دوسرے میں چمک اور یہ ظاہر ہے۔

استعارہ غریبہ۔ وہ ہے جس میں وجہ جامع مخفی ہو۔ سوائے خاص خاص لوگوں کے دوسرے اُس کو نہ سمجھ سکیں۔ جیسے خاقانی۔

در بہ بلبلہ فواق اُفتد کز دہاں آب احمر اندازد

یہاں شراب کے صراحی میں ڈالنے کو فواق سے استعارہ کیا ہے اور اس میں وجہ جامع یہ ہے کہ وہ گلے میں پھنستی ہے اور یہ وجہ بلا غور وتامل معلوم نہیں ہوتی (یہ استعارہ بہ نسبت استعارۂ عامیہ کے اہلِ ذوق کے نزدیک زیادہ بہتر ہے)۔

۴۔ لفظ مستعار کے اعتبار سے استعارہ کی دو قسمیں ہیں۔ اصلیہ۔ تبعیہ۔

استعارۂ اصلیہ۔ وہ ہے کہ مستعار اسم جنس ہو۔ جیسے گل سے رُخسار کا استعارہ کریں۔ اگر علَم سے اسم جنس کے معنی مراد لیں۔ تو وہ بھی اصلیہ ہو جائے گا جیسے حاتم سے سخی مراد لیں۔ یا رستم سے بہادر مراد لیں۔

ع۔ ہزبراں بنا ورد شیر افگن فرست

ہزبر سے مراد دلیر تر اور شیر سے مراد صرف دلیر ہے۔

استعارۂ تبعیہ۔ وہ ہے کہ مستعار فعل یا شبہ فعل یا حرف ہو۔ جیسے۔ مسعود سعد کا یہ شعر

دہنِ ملک تو بخندد خوش تا سر تیغ تو نہ گرید زار

یہاں خون کے ٹپکنے کو رونے سے استعارہ کیا ہے اور لفظ مستعار گرید مضارع ہے یا خاقانی کا یہ شعر۔

دل را بکنار جوئے بردیم — از یار کنار جوئے شستیم

یہاں ازیار کے معنی یہ ہیں کہ یار سے میں نے اعراض کیا۔ لفظ مستعار از ہے جو حرف اعراض ہے سع۔ از رغبت دنیا الم آشوب نگردم۔ لفظ مستعار از ہے جو حرف اعراض ہے۔

۵۔ تجرید[ا] اور ترشیح کے اعتبار سے استعارہ کی تین قسمیں ہیں۔ مطلقہ۔ مجرّدہ۔ مرشحہ۔

استعارۂ مطلقہ۔ وہ استعارہ ہے جس میں مستعار لہٗ و مستعار منہ کے صفات اور مناسبات سے کوئی چیز نہ ذکر کی جائے۔ جیسے عبدالواسع جبلی کا یہ شعر ہے سہ

شگوفہ بر سر شاخ است چوں رُخسارۂ جاناں

بنفشہ بر لبِ جوئے است چوں جرّارۂ دلبر

زلف کو عقرب جرّارہ سے استعارہ کیا ہے اور طرفین کے صفات میں سے کسی صفت کو ذکر نہیں کیا۔

استعارۂ مجرّدہ۔ وہ ہے جس میں مستعار لہٗ کے صفات کا ذکر کریں جیسے فردوسی کا یہ شعر۔

بناخن زرہ بافت از مشک ناب — در آویخت از گوشۂ آفتاب

یہاں زلف کو زرہ سے استعارہ کیا ہے۔ اور ناخن۔ مشک۔ لٹکانا۔ جو زلف کے مناسبات سے ہیں اُن کا ذکر کیا ہے۔

[ا] ترشیح۔ تشبیہ کو ایسا بھلانا کہ اُس کا وہم تک نہ آئے۔ تجرید میں کچھ شائبہ تشبیہ کا لگا رہتا ہے۔

از شورش آہ من ہمہ شب — بادام تو دوش ناغنودہ

بادام سے مراد چشم ہے اور لفظ غنودن ملائمات چشم سے ہے۔

فائدہ۔ استعارہ میں ترشیح تجرید سے زیادہ بلیغ ہوتی ہے۔

استعارۂ مرشحہ۔ وہ ہے جس میں صرف مستعار منہ کے صفات اور مناسبات کا ذکر کریں۔ جیسے انوری کہتا ہے ؎

درخفیہ گرنہ عزم خروج است باغ را — چوں آبگیر ہا ہمہ پُر تیغ وجوشن است

موج آبگیر کو تیغ و جوشن سے استعارہ کیا ہے۔ لفظ عزم اور خروج جو تیغ وجوشن کے مناسب ہیں مستعار منہ ہیں۔

کبھی تجرید اور ترشیح دونوں کو ایک استعارہ میں جمع کردیتے ہیں۔ جیسے خاقانی کہتا ہے ؎

بدرد جیب آسماں وبرو — گوئے زر آشکار بندد صبح

یہاں آفتاب کو گوئے زر سے استعارہ کیا ہے اور بدرد اور جیب جو گوے (گینڈ) کے مناسبات سے ہے اُس کا ذکر کیا ہے۔

بر شگافد صبا مشیمۂ شب — طفل خونین بخاور اندازد

آفتاب کو طفل سے استعارہ کیا ہے۔ صبا۔ شب۔ خاور مستعار لہٗ کے مناسب ہیں مشیمہ۔ خونین۔ شگافتن۔ مستعار منہ کے مناسب واقع ہوئے ہیں۔

۳۔ مجاز مرسل

مجاز مرسل۔ وہ ہے کہ لفظ کو سوائے معنی حقیقی کے دوسرے معنی

میں استعمال کریں اور وہاں معنی حقیقی مراد لے سکیں اور معنی حقیقی اور غیر حقیقی میں سوائے تشبیہ کے کوئی اور تعلق ہو۔ جیسے جزئیت - سببیت - لزوم وغیرہ۔ اگر وہ تعلق تشبیہ کا ہوگا تو استعارہ ہو جائے گا۔ جیسے زید شیر است۔ یہاں علاقہ تشبیہ ہے۔ اس لئے یہ استعارہ ہے اور جیسے یہ شعر

بدر کرد ناگہ یکے مشتری　　　بخرمائے از دستم انگشتری

یہاں دست سے انگشت مراد لیا ہے باعتبار علاقۂ جزئیت۔

فائدہ۔ حقیقی اور مجازی معنی میں جو تعلق ہوتا ہے اُس کی گیارہ قسمیں ہیں۔

۱۔ تسمیہ کل باسم جزو۔ یعنی جو لفظ جزو کے لئے وضع کیا گیا ہے اُس کو کل کے لئے استعمال کریں۔ جیسے دیدہ بمعنی پاسبان۔ حکیم سنائی کہتا ہے ؎

عشق را بحر بود و دل را کاں　　　شرع را دیدہ بود و دیں را جاں

یہاں مقصود بالتمثیل دیدہ بمعنی پاسبان ہے۔

۲۔ تسمیہ جزو باسم کل۔ یعنی جو لفظ کل کیلئے وضع کیا گیا ہے اُس کو جزو کے لئے استعمال کریں۔ جیسے دست بمعنی پنجہ۔

مژہ ات دل بہ کف آساں برد　　　دست از رستم دستاں برد

دست بردن سے مراد پنجہ بردن ہے۔ پنجہ دست کا جزو ہے۔

۳۔ تسمیہ مسبّب باسم سبب۔ یعنی سبب کو بجائے مسبّب استعمال کریں۔ جیسے سیر گشتہ بمعنی بیزار گشتہ۔ اس لئے کہ سیری بھوک سے بیزار ہونے کا سبب ہے۔ سنائیؒ۔

اے ز خود گشتہ سیر جوع اینست　　　دے دوتا نہ قدم رکوع اینست

۴۔ تسمیہ سبب باسم مسبّب۔ یعنی جو لفظ مسبّب کے واسطے موضوع ہے۔

اُس کو سبب کے لئے استعمال کریں۔ جیسے حکیم سنائی۔

سردو گرمِ زمانہ نا خوردہ   نرسی بر درِ سرا پردہ

یہاں سردو گرم سے انقلاب مراد ہے اور انقلاب گرمی اور سردی کا سبب ہے۔

۵۔ کسی چیز کا وہ نام رکھنا جو اُس کا نام زمانہ ماضی میں رہا ہو۔ جیسے عطّار ؎

حمد بے حد مر خدائے پاک را   آنکہ ایماں داد مشت خاک را

یہاں مشت خاک سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں کہ قبل وجود کے ایک مشت خاک تھے

۶۔ کسی چیز کا وہ نام رکھنا جو آئندہ زمانہ میں ہوگا۔ جیسے کوئی شخص زندوں کو خطاب کرکے کہے ”اے ساکنان کنج لحد“

۷۔ ظرف کو بجائے مظروف استعمال کریں۔ جیسے کہیں ”نہر جاری شد“ اس سے مراد ہے آبِ نہر جاری شد۔

۸۔ مظروف کے بجائے ظرف استعمال کریں۔ جیسے خاقانی کہتا ہے ؎

در مرکز مثلث بگرفت ربع مسکوں   فریاد اوجِ مریخ از تیغ مہ صفاتش

یہاں برج اسد کو ”اوج مریخ“ کہا ہے۔ اس لئے کہ مریخ کو اس میں اوج حاصل ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ممدوح کی چاند سی چمکتی اور صاف تلوار کی برج اسد نے اس درجہ فریاد کی کہ اس کی فریاد نے ربع مسکوں (دنیا) کو مرکز مثلث (کرۂ آتش) میں گھیر لیا۔ یعنی اُس کے فریاد نے دنیا میں آگ لگادی۔

۹۔ تسمیہ شے باسم آلہ۔ یعنی آلہ کو بولیں اور وہ شے مراد لیں جس کا وہ آلہ ہے

متوسط میاں صورت و ہوش   شد ازیں سو زباں وزآں سو گوش

یعنی نفس کلّی عقل سے استفادہ کرتا ہے اور اجسام پر افادۂ زبان افادۂ سخن کا آلہ ہے اور گوش استفادہ سخن کا۔

۱۰۔تسمیہ مطلق باسمِ مقید۔ یعنی جو نام مقید کے لئے ہو اُس کو مطلق کے لئے استعمال
کریں۔ جیسے کشور سے اہل کشور مراد لیں۔

تنت زور مند است و لشکر گراں ولیکن باقلیم دشمن مراں
کہ وے بر گریزد حصارے بلند رسد کشور بے گنہ را گزند

۱۱۔تسمیہ مقید باسم مطلق۔ یعنی جو نام مطلق کے لئے ہو اُس کو مقید کے لئے
استعمال کریں جیسے اہل کشور بولیں اور کشور مراد لیں۔

۴۔کنایہ کا بیان

کنایہ۔ کے معنی لغت میں پوشیدہ بات کہنے کے ہیں اور اصطلاح میں
یہ ہے کہ لفظ سے مراد لازم معنی ہوں اور یہ بھی جائز ہو کہ ملزوم معنی
مراد لیں۔ جیسے ؎

دامن ہمتِ سر افرازش گردن چرخ را گریباں باد

یعنی چرخ سے زیادہ بلند ہو۔ اس لئے کہ گریبان گردن کے اوپر ہوتا ہے۔
تنبیہ۔ کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہے اور مجاز حقیقت سے۔ استعارہ
تشبیہ سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔

کنایہ کی دو قسمیں ہیں۔ قریب۔ بعید۔

قریب۔ جو صفت کسی معیّن موصوف سے خصوصیت رکھتی ہو۔
اُس کا ذکر کریں اور اُس سے موصوف مراد لیں۔ جیسے۔

آسمان کوہ زہرہ آفتاب کان ضمیر آفتِ ہر چہ آفتاب از کوہ و کان انگیختہ

آفتاب نے کوہ اور کان سے جو چیز پیدا کی ہے وہ جواہرات ہیں۔

بالات شجاع ارغواں تن　　　زیر تو عروس ارغنوں زن

اس شعر میں آفتاب کی طرف خطاب ہے۔ شجاع ارغواں تن سے مراد مریخ ہے جو آفتاب کے اوپر ہے اور عروس ارغنوں زن سے مراد زہرہ جو آفتاب کے نیچے ہے۔

بعید۔ جب کئی صفتیں ایک موصوف کے ساتھ مختص ہوں اگرچہ وہ صفتیں الگ الگ اور موصوف میں بھی پائی جائیں ایسی تمام صفات کے مجموعہ سے کوئی معین موصوف مراد لیا جائے۔ جیسے۔

بخواہ آں طبع را قوت بخواہ آں کام را لذت

بخواہ آں چشم را لالہ بخواہ آں مغز را عنبر

ان صفات کے مجموعہ سے مراد شراب ہے۔

سازِ آں رعنائے صاحب بربط اندر بزم چرخ

سوزِ آں قرائے صاحب طیلسان انگیختہ

ظاہر ہے کہ بزم چرخ میں رعنائے صاحب بربط زہرہ اور قرائے صاحب طیلساں مشتری کے سوا اور کون ہے۔

کنایہ بلحاظ تعریض۔ تلویح۔ رمز۔ اور اشارہ کے ہمیشہ متفاوت ہوتا ہے۔

تعریض۔ کنایہ سے مقصود غیر مذکور موصوف ہو۔ مثلاً کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو ستاتا ہو تو اُس سے کہیں مسلمان تو وہ ہوتا ہے جس کے

ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں تو اُس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مسلمان کو ستانے والا مسلمان نہیں ہوتا۔ غرض تعریض میں اشارہ اور کہیں کرتے ہیں اور مراد کوئی اور طرف ہوتی ہے۔

تلویح۔ اس میں لازم سے ملزوم کی طرف انتقال بوسائط ہوتا ہے یہ کنایہ کی قسم کثیر الوسائط ہوتی ہے۔

بزرگی بایدت دل در سخا بند　　سر کیسہ بہ برگ گندنا بند

سر کیسہ بہ برگ گندنا بستن سے کنایہ ہے۔ سخاوت میں تعجیل اور اہتمام کرنا۔ یہاں کئی واسطہ پائے جاتے ہیں۔ تھیلی کا مُنہ گندنے کے پتے سے باندھیں گے تو وہ مضبوط نہ ہوگا اور جب مضبوط نہ ہوگا تو جلد کھلے گا تو جلد بخشش کی جائے گی اور غرض شاعر کی یہی ہے کہ سخاوت میں جلدی کرنی چاہیئے۔

رمز۔ وہ کنایہ جو کثیر الوسائط نہ ہو اور اُس کے لزوم میں ایک طرح کا خفا ہو۔ جیسے خاقانی سہ

عاشق بکشی بہ تیغ و غمزہ　　چندانکہ بدست چپ شماری

بدست چپ شمردن کنایہ ہے کثرت شمار سے۔ کیونکہ عقد انامل[1] میں اکائی دہائی دائیں ہاتھ پر اور سیکڑے ہزار بائیں ہاتھ پر گنتے ہیں۔

ایما و اشارات۔ وہ کنایہ جس میں نہ کسی طرح کا خفا ہو نہ کثرت

---

[1] عقد انامل ایک قسم کی گنتی اور شمار ہے کہ انگلیوں کے عددوں پر دہائی کا شمار کیا اور انگلیوں کے کھولنے اور بند کرنے سے اکائیوں کا شمار ہوتا ہے۔ ایک سے سو تک ۱۲

وسائط خاقانی ؎

دست کفچہ مکن بہ پیش فلک　　کہ فلک کاسہ ایست خاک انبار

دست کفچہ کردن کنایہ ہے کچھ مانگنے سے۔

باب سوم علم بدیع

علم بدیع - وہ علم ہے جس میں کلام کی خوبیاں بیان کی جائیں یہ خوبیاں خواہ لفظ میں ہوں یا معنی میں ہوں۔

ان خوبیوں کو کلام میں لانا ضروری نہیں۔ بلکہ ان کے لانے سے کلام میں حُسن پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کو صنائع و بدائع کہتے ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ معنوی۔ لفظی۔

ا۔ صنائع معنوی - وہ جس سے معنی میں خوبی آجائے۔

۲۔ صنائع لفظی - وہ جس سے صرف الفاظ میں خوبی آئے۔

صنائع معنوی

ا۔ صنعت تضاد - (جس کو طباق یا مطابقت یا تطبیق یا تقابل بھی کہتے ہیں) یہ ہے کہ کلام میں دو معنی ایک دوسرے کے ضد ذکر کریں۔

ع - تو میرانی و زندہ کن ہم توئی

یہاں میرانی اور زندہ کن میں تضاد ہے۔

فقرہ - آب تیغش آتشِ خرمنِ زندگانی -

یہاں آب اور آتش - تیغ اور زندگانی میں تضاد ہے یا قاآنی کا یہ شعر -

کشودی زلف قیر[1] آگیں جہاں را قیرواں کردی
نمودی چہر مہر آئیں زمیں را آسماں کردی

یہاں قیر اور مہر اور زلف اور چہرہ میں صنعت تضاد ہے اور رنگ کے اعتبار سے زمین اور آسمان میں بھی یہی صنعت ہے -

دنداں نہ کنی سپید تا لب　　از تب نکنم کبود ہر دم

یہاں سپید اور کبود میں صنعت تضاد ہے

بروزگار تو ایام دست فتنہ بہ بست　　بہ یُمن تو درِ اقبال بر جہاں بکشاد

بہ بست اور بکشاد میں صنعت تضاد ہے -

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی است　　اسیر بند تو از ہر دو عالم آزاد است

گدا اور مستغنی اسیر و آزاد میں صنعت تضاد ہے -

تضاد یا طباق کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ عناصر اربعہ کا ایک جگہ ذکر کریں - جیسے -

اے سوئے بالا چو آتش سوے پستی ہمچو آب
خاک وصفی در درنگ و باد رنگی در شتاب

---

[1] قیر ایک سیاہ رنگ کا تیل ہوتا ہے جو خارشتی اونٹوں پر ملا جاتا ہے قیرواں ایک شہر کا نام ہے تو نے قیر آگیں (یعنی سیاہ) زلف کو کیا کھولا تو نے دنیا کو قیرواں بنا دیا - تو نے آفتاب کا سا روشن چہرہ کیا دکھایا - زمین کو آسمان بنا دیا -

۲۔ صنعت تدبیج ۔ یہ بھی طباق کی ایک قسم ہے۔ مدح یا ذم وغیرہ میں رنگوں کا ذکر کریں اور ان رنگوں سے معنی مقصود بطور کنایہ یا ایہام کے حاصل ہوں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ بہت سے رنگ کا ذکر کیا جائے بلکہ ایک سے زیادہ رنگ کا ذکر ہونا چاہئے۔ جیسے

دنداں نہ کنی سفید تا لب   از تب نہ کنم کبود ہر دم

دندان سفید کردن کنایہ ہے خندہ سے اور لب کبود کردن کنایہ ہے شدت تپ سے۔

۳۔ ایہام تضاد ۔ یہ بھی طباق کی ایک قسم ہے۔ دو غیر مقابل معنی کو دو لفظ سے تعبیر کریں جن کے حقیقی معنی میں تقابل اور تضاد پایا جاتا ہے جیسے ؎

شبِ وصلِ تو بپایاں آمد   صبح می خندد و من می گریم

خندیدن سے مراد صبح کا طلوع ہونا۔ تقابل ہے خندہ و گریہ میں

۴۔ صنعت مقابلہ ۔ یہ ہے کہ پہلے دو یا زیادہ موافق معنی ذکر کر کے پھر اُن کے اضداد ذکر کریں۔ جیسے فقرہ سعدی از بستر نرمش بخاکستر گرمش نشاندند۔ یہاں بستر نرم اور خاکستر گرم سے مقابلہ ہے یا شعر

مخالفانِ تو مردود چوں جواب خطا   موافقان تو مقبول چوں سوال صواب

۵۔ مراعاۃ النظیر ۔ (جس کو تناسب بھی کہتے ہیں) یہ ہے کہ کئی چیزیں جن میں مناسبت ہو ایک جگہ ذکر کریں۔ جیسے۔

بہرام[۱] روز کوشش و ناہید روز بزم   برجیس روز بخشش و خورشید روز رزم

---

[۱] بہرام۔ مریخ اسکو جلاد فلک بھی کہتے ہیں۔ کوشش۔ جنگ۔ ناہید۔ زہرہ اسکو رقاصۂ فلک بھی کہتے ہیں برجیس مشتری

بہشتے[1] نزہت گل گشت او دارد کہ ہر ساعت
بہ طوبیٰ تاج می گیرد پے بازیچہ ریحانش

یہاں بہشت اور طوبیٰ۔ گل اور ریحاں میں مراعاۃ النظیر ہے۔

نامۂ تہدید چو یابد رقم
در کفن تیغ دودم گرد قلم

یہاں نامہ اور رقم اور قلم میں مراعاۃ النظیر ہے۔

احرام چہ بندیم کہ آں قبلہ نہ اینجا است
در سعی چہ کوشیم کہ از مروہ صفا رفت

اس میں احرام۔ قبلہ۔ سعی۔ صفا و مروہ میں مراعاۃ النظیر ہے۔

۶۔ ایہام تناسب۔ (یہ مراعاۃ النظیر کی ایک قسم ہے) یہ ہے کہ کلام میں ایسے معانی جمع کریں کہ ان کو ایک دوسرے سے مناسبت نہ ہو۔ جیسے ؎ حافظ

در عیش[2] نقد کوش کہ چوں آبخور نماند
آدم بہشت روضۂ دار السّلام را

یہاں بہشت اور دار السلام میں ایہام تناسب ہے۔ اس لئے کہ یہاں بہشت کے معنی چھوڑ دیا کے ہیں۔ لیکن اس کے دوسرے معنی جنت کے ہیں اس معنی کے اعتبار سے روضۂ دار السّلام سے اُس کو مناسبت ہے ؎

کسے در عاشقی ہم پیشہ را چوں من نمی خواہد
خورم گر آب شیرینی، بیا دم کوہکن آید

(شیریں اور کوہکن میں ایہام تناسب ہے)۔

۷۔ حسن تعلیل۔ کسی چیز کی ایسی علت (سبب) پسندیدہ طور پر بیان

---

[1] گلگشت۔ سیر کرنا [2] تو موجودہ عیش و عشرت میں کوشش کر۔ کیونکہ جب آب و دانہ نہ رہا تو آدم نے روضۂ دار السلام (بہشت) کو چھوڑ دیا۔

کرنا کہ واقع میں اُس کی وہ علت نہ ہو۔ جیسے۔

چشم[1] تو ریخت خونِ عشاق | زلف تو گرفت رنگِ ماتم
گشت است پائے باز[2] مشرف بدست تو | بر پائے خویش بوسہ پیاپے ازاں دہد

۸۔ **تجاہل عارف**۔ کسی معلوم چیز کو جان بوجھ کر کسی وجہ سے نامعلوم ظاہر کرنا۔ جیسے

نمی[3] دانم تو خواہی بود یا گردوں چنیں دانم | کہ دامن گیر گردد خونِ من نامہربانی را
زلف[4] جاناں! موج دودے کز دلم برخاستے | یا سواد فتنۂ یا لیلۂ لیلا ستے

۹۔ **ایہام**۔ (اس کو توریہ بھی کہتے ہیں) یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں۔ قریب اور بعید۔ اور کہنے والے کی مراد معنی بعید ہو۔ مگر وہاں معنی قریب بھی کچھ کچھ مناسبت رکھتے ہوں اور سننے والے کا ذہن معنی قریب ہی کی طرف جاتا ہو۔

بخردہ[5] تواں آتش افروختن | پس آنگہ درختِ کہن سوختن
ماہم ایں ہفتہ شد از شہر بہ چشمم سالیست | حالِ ہجراں تو چہ دانی کہ چہ مشکل حالیست

---

[1] یہاں زلفوں کی سیاہی کی یہ علت بیان کی ہے کہ تیری آنکھوں نے جو عاشقوں کا خون کیا ہے ان کے سوگ میں زلفوں نے لباس سیاہ کر لیا ہے۔ حالانکہ واقع میں زلف کی سیاہی کی یہ علت نہیں ہے [2] باز کے پاؤں تیرے ہاتھ سے مشرف ہو گئے ہیں اس لئے وہ اپنے پاؤں پر پے در پے بوسہ دے رہا ہے۔ [3] یہاں تجاہل سے مقصود بیداد کا مبالغہ ہے۔
[4] عاشق معشوق کی زلف کی سیاہی سے حیران ہو کر خطاب کرتا ہے کہ کیا اُس دھوئیں کی موج ہے جو میرے دل سے اُٹھتا ہے یا فتنہ کی سواد (سیاہی)، یا اندھیری رات ہے۔ [5] خردہ یعنی چنگاری۔

دورکن باد[1] خسروی زحرم — پرکن از خاکِ بندگی بسرم
دیدہ روشن[2] می شود از چہرۂ زیبائے تو — ور کسے انکار ایں معنی کند روشن کنم
خنجرِ عشق خون من ریخت بخاک پائے تو — رائے تو بود کشتنم، کشتہ شدم برائے[3] تو

۱۰۔ استتباع۔ ممدوح کی تعریف اس طرح کی جائے کہ ایک تعریف کے ضمن میں دوسری تعریف پیدا ہو جائے۔ جیسے۔

گردد از آتش قہر تو جہاں خاک سیاہ — موج زن گر نبود قلزم مہر تو دراں

یہاں قہر کی اس طرح تعریف کی ہے کہ اس سے مہر کی بھی تعریف حاصل ہو گئی۔

بختِ تو چو نام با سعادت — روزِ تو چو روئے تو منوّر
اے زیزداں تا ابد ملک سلیماں یافتہ — ہر چہ جستہ جز نظر از فضل یزداں یافتہ

۱۱۔ تلمیح۔ کلام میں کسی قصہ یا مسئلہ یا اصطلاح کی طرف اشارہ کریں۔ جیسے ؎

---

[1] باد۔ ہوا۔ غرور۔ باد بمعنی ہوا خاک سے مناسبت رکھتی ہے۔ [2] یہاں روشن کنم کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ آنکھ کو روشن کروں۔ دوسرے یہ کہ واضح کر دوں اور مراد یہی ہے [3] یہاں برائے تو کے دو معنی ہیں۔ ایک تیری رائے کے موافق۔ دوسرے تیرے لئے۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔

کبھی لفظ مذکور دوسرے الفاظ سے مل کر ایہام کا فائدہ دیتا ہے۔ جامی ؎

جاں بخشد از لب کشتہ را دنگہ بخوں فرماں دہد — خونخواری آں شوخ بیں کز بہر کشتن جاں دہد

یہاں ”از بہر کشتن جاں دہد“ کے دو معنی ہیں ایک قتل کرنے کے لئے زندہ کرنا۔ دوسرے قتل کرنے کا مشتاق ہونا۔

فلسفی آں کس کہ می گوید خلا باشد محال　　　در خزانہ گر رود ہرگز نہ گوید ایں سخن

اس شعر میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ حکمائے یوناں کے نزدیک خلا محال ہے۔

قوم[۱] را سوئے مناجات بہ شب برد کلیم　　　ہم بہ شب گشت جدا لوط ز بیداد وستم

طلب[۲] بیار و مترس از متاع منع کلیم　　　بساط عذر میارا کہ نیستی معذور

جہان[۳] و ہرچہ دروہست جملہ ملعون است　　　اگر تو لب بکشائی بذکر حق بکشائے

چوں[۴] زال بستۂ قفسم نوحہ زاں کنم　　　تا رحمتے بخاطر بہمن درآورم

۱۲۔ لف و نشر۔ (لغت میں لف کے معنی لپیٹنا اور نشر کے معنی پھیلانا) اصطلاح میں یہ ہے کہ پہلے کئی چیزیں مفصلاً یا مجملاً بیان کریں۔ پھر اس کے مناسب اور لفظ لائیں جو پہلے الفاظ سے تعلق رکھتے ہوں۔ پہلے کو لف اور دوسرے کو نشر کہتے ہیں اگر جس ترتیب سے پہلے چیزوں کو بیان کیا ہے۔

۱؎ کلیمؑ (یعنی موسیٰ)، رات ہی کو مناجات کے لئے قوم کو لے گئے تھے اور حضرت لوط ظلم وستم سے رات ہی کو جدا ہوئے تھے ۲؎ منع کلیم سے مراد یہ ہے کہ جب موسیٰؑ نے خداوند تعالیٰ سے عرض کیا رب ارنی۔ اے خدا تو مجھے اپنے کو دکھادے تو وہاں سے حکم ہوا لن ترانی تو مجھ کو نہیں دیکھ سکتا۔ عرفی کہتا ہے اے مخاطب تو حضرت موسیٰؑ کے منع کرنے کی پونجی سے نہ ڈر یعنی حضرت موسیٰؑ کو رب ارنی کے جواب میں لن ترانی کہا گیا تھا تو اس کا خوف نہ کر۔ تو طلب صادق لا۔ عذر کی بساط آراستہ نہ کر کیونکہ تو معذور نہیں یعنی اگر تیری طلب صادق ہے تو ضرور تیری رسائی ذات حق تک ہو جائے گی۔ ۳؎ الدنیا ومافیہا ملعون۔ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہے۔ ۴؎ زال۔ رستم کا باپ تھا۔ رستم نے بہمن کے باپ اسفندیار کو قتل کیا تھا۔ جب بہمن ایران کا بادشاہ ہوا تو اُس نے رستم کے باپ زال کو قید کر دیا۔

اُسی ترتیب سے اُس کے مناسب الفاظ لائیں تو اُس کو لف ونشر مرتّب کہیں گے۔ اگر ترتیب بدل جائے تو لف ونشر غیر مرتب۔ جیسے (مرتب)

بروزِ نبرد[1] آں یلِ ارجمند　　به شمشیر و خنجر به گرز و کمند
بُرید و درید و شکست و به بست　　یلاں را سر و سینه و پا و دست

دل از من، داغ از من، نالہ از من، بہ چشم اِرار از من
گل از من، لالہ از من، سرو از من، جوئبار از من

چناں سرو و گل دلکش و خرّم اند　　که قمری و بلبل رقیب هم اند

(غیر مرتب) گل و نرگس ہم بر اہل ابصار　　نمودہ جلوہ ہائے چشم و رخسار
در باغ شد از قد و رُخ و زلفِ تو نایاب　　گلبرگ تر و سرو سہی سنبل سیراب

چوں[2] زگہر سخن رود در شرف و جلال و کیں
چوں اسد و اثیر و خور، نوری و ناری و تری

۱۳۔ عکس۔ (جس کو تبدیل بھی کہتے ہیں) کلام میں جو جزو مقدم ہو اُس کو موخّر اور جو موخرہ ہو اُس کو مقدم کریں۔ جیسے کلام الملوک ملوک الکلام عادات السادات۔ سادات العادات ؎

جاں جدا از تن ولیکن عین جاں　　تن جدا از جاں ولیکن عین تن
دلے دارم ہمیشہ ہمدمِ غم　　غمے دارم ہمیشہ ہمدمِ دل
ازبس کہ شکستہ باز بستم توبہ　　فریاد ہمی کند ز دستم توبہ

---

[1] نبرد۔ لڑائی۔ یل۔ پہلوان۔ ارجمند۔ معزز۔ [2] جب ذات سے بات کی جاتی ہے تو تو شرف میں آفتاب کا سا نور، جلال میں کرۂ اثیر کی سی آگ اور کینہ میں شیر کا سا نرہے۔

دیروز بہ توبہ شکستم ساغر   امروز بہ ساغرے شکستم توبہ

۱۴۔ توجیہ۔ ایک کلام سے دو مطلب ایک دوسرے کے مخالف سمجھے جائیں۔ جیسے۔

یکؔ شیوہ شناسد غضبت عفو و مکافات   یک نغمہ شمارد کرمت لا و نعم را
زہر محض است عیش شیرینم   خون صرف است بادۂ نابم

رشید وطواط۔ اے خواجہ ضیا شود ز روے تو ظلم
با طلعت تو عیش نماید ماتم

یہاں دونوں احتمال ہیں زہر عیش ہے۔ اور خون بادہ ہے یا عیش زہر ہے، اور بادہ خون ہے۔ اس کو محتمل الضدّین کہتے ہیں نعمت خاں عالی نے وقائع میں اس صنعت کی خوب داد دی ہے۔

۱۵۔ رجوع۔ ایک بات کہہ کر کسی نکتہ کے سبب اُس سے انکار کریں پھر دوسرا کلمہ نکتہ آمیز بولیں۔ جیسے

دلم رفت آنکہ با صبر آشنا بود   خطا گفتم مرا خود دل کجا بود
بہؔ بیں در پیکرم شانِ دلِ پر خوں کہ من دارم
شفیقے در دمن دارم عقیقے در یمن دارم

لہ تیرا غضب عفو اور مکافات کو ایک ہی شیوہ سمجھتا ہے اور تیرا کرم لا و نعم کو ایک ہی نغمہ سمجھتا ہے۔ ےہ تو میرے بدن میں پُر خون دل کی شان دیکھ کہ میں اپنے درد کا شفیق رکھتا ہوں اور یمن میں عقیق رکھتا ہوں۔ عقیق سُرخ رنگ کا پتھر یمن میں ہوتا ہے۔

غلط گفتم شفیقے یا عقیقے نیست دل لاکن
شفیقے نالہ زن دارم رفیقے خستہ تن دارم

۱۶۔ **جمع**۔ کئی چیزوں کو ایک جگہ اکٹھا کریں جیسے

شد بر دلم آساں ہمہ امروز بہ یکبار | داد و ستم و نیک و بد و بیش و کم او
ہمی دولت و ملک و کلک و حسام | بفر خداوند گیرد نظام

۱۷۔ **تفریق**۔ ایک طرح کی مشابہ چیزوں میں فرق بیان کریں جیسے

زیں چکد آب وزاں ببارد خوں | مژۂ من کجا و ابر بہار

دست ترا بہ ابر کہ بارد شبیہ کرد
چوں بدرہ بدرہ ایں دہد و قطرہ قطرہ آں دہد

۱۷۔ **تقسیم**۔ یہ کہ پہلے چند چیزیں ذکر کریں پھر ہر ایک کے متعلق کوئی چیز جو اُس کے مناسب ہو یقین کے ساتھ ذکر کریں۔ جیسے

دستے کہ گرفتی سرآں زلف چو شست | پائے کہ رہِ وصل نوشتی پیوست
زاں دست کنوں در گِل غم دارم پائے | زاں پائے کنوں بر سرِ دل دارم دست

بنانِ[1] اوست در بخشش سنان اوست در کوشش
لقاے اوست در مجلس لواے اوست در میداں
یکے اوراق را باسط دوم ارواح را قابض
سعادت را سوم مایہ چہارم فتح را بُرہاں

تنبیہ۔ اس میں اور لف و نشر میں یہ فرق ہے کہ لف و نشر میں متکلم خود اپنی طرف سے

---

[1] بنان۔ انگلی۔ لقائے۔ صورت۔ لوا۔ جھنڈا۔

مناسبات کو متعین نہیں کرتا۔ مخاطب کو اپنے عقل سے کام لینا پڑتا ہے اور اس صنعت میں متکلم خود مناسبات کو تفصیل وار بتا دیتا ہے۔

فائدہ ۔ ۱ ۔ صنعت کی تقسیم کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ ایک ہی چیز کے پورے اقسام ذکر کر دیئے جائیں۔ جیسے

پیوستہ دشمنان تو زیں گونہ مستمند[1] یا کشتہ یا گریختہ یا بستہ در حصار

فائدہ ۔ ۲ ۔ کبھی ان تینوں صفتوں میں سے دو دو کو ملا کر مرکب کرتے ہیں۔ کبھی تینوں کو ملا لیتے ہیں۔ ان کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ **جمع و تفریق** ۔ یہ ہے کہ کئی چیزوں کو اول حکم میں جمع کریں۔ پھر دوسرے طور پر اُن کا فرق ظاہر کریں۔ جیسے

من و تو ہر دو مائلیم اے شیخ! تو بہ محراب و من بہ ابروے یار

۲۔ **جمع و تقسیم** ۔ یہ ہے کہ دو چیزوں کو ایک حکم میں جمع کریں۔ پھر ایک چیز کے ساتھ جو چیز منسوب ہے اس کا تعین کے ساتھ حال بیان کریں۔ جیسے

بے[2] تو چو شمع کردہ ام خندہ و گریہ کار خود خندہ بروز دل کنم گریہ بروزگار خود

۳۔ **جمع و تفریق و تقسیم** ۔ یہ بہت مشکل صنعت ہے۔ جیسے

مجلس[3] دو آتش دادہ برایں از حجر آں از شجر ایں کرد منقل را مقر واں جام را جا داشتہ

دو آتش کو مجلس کے ثمرہ ہونے میں جمع کیا ہے اور ایک کو پتھر کی۔ ایک کو لکڑی

---

[1] مستمند ۔ دردمند [2] اے معشوق میں نے تیرے بغیر اپنا کام ہنسنے اور رونے کو بنا لیا ہے (یہ صورت جمع کی ہے) ہیں دل کے زمانہ پر روتا اور اپنے زمانہ پہ ہنستا ہوں (یہ صورت تقسیم کی ہے)۔ [3] حجر ۔ پتھر ۔ منقل انگیٹھی ۔ مقر ۔ قرار گاہ ۔

کی کہا۔ یہ تفریق ہے۔ دوسرے مصرعہ میں تقسیم ہے

۱۹۔ تعجب۔ کلام میں کوئی بات قابل تعجب کسی غرض کے لئے ذکر کی جائے۔ جیسے

سرو را سایہ یکے بیش نباشد یارب[1] — ایں ہمہ خاک نشیں در پئے آں بالا چیست

دادہ امشب شاہ را یزداں یکے فرخ پسر[2] — ہاں شگفتے بیں کہ در شب آفتاب آمد پدید

۲۰۔ مشاکلہ۔ اس کے معنی ہیں (ایک دوسرے کی شکل ہونا) اصطلاح میں یہ ہے کہ کسی چیز کو ایسے لفظ سے ذکر کریں جو پاس کے الفاظ کے مناسب ہو۔ جیسے۔

لب سوال[3] سزاوار بخیہ بیشتر است — عبث بخرقۂ خود بخیہ می زند درویش

یہاں خموشی کو بخیہ سے تعبیر کیا ہے۔ اس لئے کہ مصرع دوم میں بخیۂ خرقہ کا ذکر ہے۔

۲۱۔ مبالغہ۔ یہ ہے کہ تعریف یا مذمت کو اس درجہ تک پہنچا دیں کہ وہاں تک پہنچنا بعید از قیاس و محال ہو۔ تاکہ سننے والے کو یہ گمان نہ رہے کہ اُس وصف کی شدت و ضعف کا کوئی مرتبہ باقی ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ تبلیغ۔ اغراق۔ غلو۔

۱۔ تبلیغ۔ وہ مبالغہ ہے جو عاقلاً اور عادتاً ممکن ہو۔ جیسے۔

---

[1] سرو کا سایہ ایک سے زیادہ نہیں ہوتا ہے۔ اللہ اللہ یہ سب خاک نشین اس قد کے نیچے کیسے سایہ گزیں ہیں۔ [2] آفتاب کا رات کو برآمد ہونا داخل تعجب ہے [3] سوال کا لب بخیہ دینے کے قابل بہت زیادہ مناسب ہے (یعنی سوال سے خاموش رہنا چاہیئے) فقیر اپنی گدڑی میں فضول بخیہ لگاتا ہے)۔

ندارد آں قدر جائے کہ حرف عذر بنویسد ... مرا شرمندگی از نامۂ اعمال می آید
براو گر عیب بیں چشمے کشاید ... دگر ز وجز ہنر بینی نیاید

۲۔ اغراق۔ وہ مبالغہ ہے جو عقلاً ممکن ہو اور عادتاً محال جیسے

دلم ز درد گرانمایہ چوں جگر ز فغاں[۱] ... دماغم از گلہ خالی چو خاطرم ز غبار
مارا بکام خویش بدید و دلش بسوخت[۲] ... دشمن کہ ہیچ گاہ مبادا بکام ما

۳۔ غلو۔ وہ مبالغہ ہے جو عقلاً بھی محال ہے اور عادۃً بھی۔ جیسے

گر بشنود از دہر کہ مردود کف تست[۳] ... بیروں فگند سکّہ ز آغوش درم را
ز سم ستوراں دراں پہن دشت[۴] ... زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت
نہ کرسی فلک نہد اندیشہ زیر پائے[۵] ... تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلاں دہد

---

[۱] میرا دل درد سے ایسا گرانمایہ ہے جیسے کلیجہ فریاد سے۔ میرا دماغ گلہ سے ایسا خالی ہے جیسے میرا دل غبار سے۔ ایسا ہونا عقلاً ممکن اور عادتاً محال ہے [۲] ایسا معمول نہیں ہے کہ جب کوئی اپنے دشمن کو اپنے مقصد کے موافق بدحال دیکھے تو اس پر اُس کا دل جلے لیکن شاعر کی مراد یہ ہے کہ میں اس درجہ دشمن کام ہو گیا ہوں کہ دشمن بھی جب میرا حال دیکھتا ہے تو مجھ پر اُس کا دل جلتا ہے یہ بات عقلاً ممکن اور عادتاً محال ہے۔ [۳] اگر سکّہ زمانہ سے سُن لے کہ درم تیرے ہاتھ کا مردود ہے تو سکہ اپنے آغوش سے درم کو باہر پھینک دے عقلاً اور عادتاً ایسا ہونا محال ہے۔ [۴] ستور۔ گھوڑا۔ پہن۔ کشادہ اس کشادہ جنگل میں گھوڑوں کے سم سے خاک زمین سے اس قدر اڑی کہ زمین کے چھ طبقے رہ گئے۔ ایک طبقہ اڑ گیا اور آسمان کے سات طبقوں کے آٹھ طبقے ہو گئے۔ ایسا ہونا عقلاً اور عادتاً محال ہے۔ [۵] قزل ارسلاں کی رکاب اتنی بلند ہے کہ خیال کو اُس کے بوسہ دینے کے لئے نو آسمان کی کرسی اپنے پاؤں کے نیچے رکھنی پڑتی ہے۔

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر در آید[۱] گر مرغ کباب است کہ با بال و پر آید

یک نیزہ رفت گریۂ من از فلک بر اوج[۲] کشتی درست کرد ز طوبیٰ ملک بہ اوج

۲۲- ارصاد۔ (لغت میں ارصاد کے معنی راہ میں نگہبان بٹھانے کے ہیں) اصطلاح میں یہ ہے کہ شعر کے شروع میں ایسا لفظ لائیں جس سے معلوم ہو جائے کہ قافیہ میں یہ لفظ آئے گا۔ جیسے

چوں[۳] آستاں مقیم شود بخت بر درش ہر کو چو بخت روے برین آستاں نہد

نگہدار مارا ز راہ خطا ÷ خطا در گزار و صوابم نما (میں خطا ارصاد ہے)

سائباں بر رُخ چہ می بندی بدفع آفتاب زانکہ زیر سائبانت آفتاب دیگر است

بر آبِ دیدہ پیش تو زورق رواں کنم گر زانکہ دانمت کہ تو مائل بہ زورقی

۲۳- مذہب کلامی۔ ایسی بات کہنا کہ علم کلام والوں کے مذاق کے مطابق اور مدلل اور نتیجہ خیز ہو۔ جیسے

منافع رساں بر زمیں دیر ماند بس است ایں یک آیتہ دلیل دوامت

یعنی ہر نفع رساں باقی رہتا ہے اور تو نفع رساں ہے لہذا تو باقی و پائدار ہے۔

۱۔ (کشمیر کی آب و ہوا میں قوت نامیہ اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ) جو جلی جان والا کشمیر میں آتا ہے اگر وہ کباب مرغ ہوتا ہے تو اس کے بھی پر اور بازو نکل آتے ہیں ۲۔ میرا گریہ آسمان سے ایک نیزہ بلند ہو گیا اور فرشتوں نے اوج فلک پر طوبیٰ سے کشتی بنائی۔ ۳۔ جس شخص نے نصیبہ کی طرح اس آستانہ پر منہ رکھا اُس کے دروازہ پر نصیبہ آستانہ کی طرح مقیم ہو گیا۔ یعنی وہ بانصیب ہو گیا۔

از تو نہ گریزد کہ تو در قالب عالم جانی و یقین است کہ جاں ناگزر آمد

یعنی تم قالب عالم میں بمنزلہ جان کے ہو۔ اور عالم کے لئے جان کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے عالم کے لئے تمہارا وجود بھی ضروری ہے

۲۴۔ مزاوجت۔ دو باتیں بطور شرط و جزا کے ہوں اور جو حکم پہلی بات پر مترتّب ہو وہی دوسری بات پر مترتب ہو۔ جیسے۔

چوں مرا بینی شود لطفت مبدل با عتاب چوں ترا بینم شود جرمم بدل با اضطراب

یعنی میرے دیکھنے سے تیرے صفات میں تغیر ہوتا ہے اور تیرے دیکھنے سے میری صفات میں۔ غرض کہ تبدیل صفات دونوں صورتوں میں ہے اور یہی تبدیل مزاوجت کی شرط ہے۔

۲۵۔ اطراد۔ (کے معنی انتظام کے ہیں) اصطلاح میں یہ ہے کہ ممدوح کا نام مع اُس کے باپ دادا کے نام کے بہ ترتیب ذکر کریں خواہ نیچے سے اوپر تک یا اوپر سے ممدوح تک جیسے۔

بہار گلشن دین محمدؐ عربی ضیاے چشم علیؑ نور دیدۂ زہراؓ

بہارِ خرّمی خاطرِ حسین و حسن سرورِ سینۂ زین العباد شمع ہدیٰ

فروغ شمع شبستاں باقر و صادق غریب خاک خراساں علی بن موسیٰ

بعلمش از ہمہ افضل بہ صبرش از ہمہ غالب علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب

۲۶۔ تاکید المدح بما یشبہ الذم۔ یعنی تعریف کی تاکید میں ایسے الفاظ لائیں کہ ظاہر میں ہجو معلوم ہو اور غور کریں تو کمال تعریف ہو جیسے۔

دہدؔ صد بحر و کاں را حاصل از دست نیارد داد اما یک دل از دست

ؔ وہ سو بحر و کان کی آمد ہاتھ سے دیدیتا ہے۔ لیکن وہ ایک دل کو ہاتھ سے نہیں دے سکتا۔

ہر آنکہ نام تو بر دل نوشت گشت عزیز	مگر درم کہ ز دست تو می کشد خواری

۲۷- تاکید الذم بما یشبہ المدح - یعنی ہجو میں ایسے الفاظ لائیں کہ بظاہر مدح معلوم ہوں اور تامل کے بعد کمال ہجو ثابت ہو- جیسے

ہمیشہ خصم تو در سایۂ ہمائے بود	زبسکہ بر سرش از بہر استخواں آید

اول مصرع سے دشمن کی تعریف معلوم ہوتی ہے۔ مگر دوسرے سے ذلت اور ہلا کی سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ ہما کی غذا استخواں ہے۔

طاعت ما ہم بسوے آسماں نہ می رود

روز محشر چوں بہ عصیاں ہم ترازو می شود

۲۸- ادماج - (بمعنی لپٹنا) وہ کلام ہے جس کا دو مطلب ہو۔ جیسے

خواہم از دل بر کشم پیکان تو	لیک از دل بر نمی آید مرا

اس شعر کے مصرعۂ دوم میں ادماج ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یا پیکان دل سے نہیں نکلتا۔ یا میرا دل نہیں چاہتا کہ پیکان نکلے۔

زبانِ آں پسر ترکی و من ترکی نمی دانم

چہ خوش بودے اگر بودے زبانش در دہانِ من

مصرع دوم میں ادماج ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں اُس کی بولی بولتا۔ یا اُس کی زبان چوستا۔

تنبیہ - اس صنعت میں اور استتباع میں یہ فرق ہے کہ استتباع صرف مدح میں ہوتا ہے اور ادماج عام میں خواہ مدح ہو یا غیر مدح اور توریہ یا ایہام اور ادماج میں فرق یہ ہے کہ ایہام میں دو معنی کا احتمال لفظ میں ہوتا ہے اور ادماج میں جملہ میں۔

نظیری ؎ مبادا عالمے را جاں برآید — گرہ از زلف خود فہمیدہ بکشائے
اے معشوق تو اپنی زلف سے گرہ سوچ سمجھ کر کھولنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کی جان نکل آئے
(یعنی دنیا مر جائے)، یا دنیا کی جان کو زلف کی قید سے رہائی مل جائے۔

۲۹- قول بالموجب ۔ دوسرے کے کلام کے کسی لفظ کے ایسے معنی لینا جس کو کہنے والے نے نہ مراد لیا ہو۔ جیسے

دوستی گوئی نہ از دل می کنی — راست می گوئی کہ از جاں می کنم

گفتار قیب ایں جا میا دیگر کہ خواہم زد یقیں
گفتم کہ خواہی زد یقیں پیشم سر خود بر زمیں

۳۰- براعت استہلال ۔ شروع کتاب یا کلام میں ایسے الفاظ لائیں جو مضمون آیندہ کے مناسب ہوں۔ جیسے ظہوری نے نثر اوّل کے شروع میں یہ عبارت لکھی ہے جو علم موسیقی سے تعلق رکھتی ہے۔ ”سرود سرایانِ عشرت کدۂ قال کہ بنورس سرا بستان حال الخ یا نظامی نے سکندر نامہ میں دارا کے مارے جانے کے قصہ کو بے ثباتی دنیا سے شروع کیا ہے۔

جہاں گرچہ آرام گاہے خوش است — شتابندہ را نعل در آتش است
دو در دارد ایں باغ آراستہ — در و بند ازیں ہر دو برخاستہ
در آ از در باغ و بنگر تمام — ز دیگر در باغ بیروں خرام
اگر زیرکی با گلے خو مگیر — کہ باشد بجا ماندنش ناگزیر

یا غنیمت نے اپنی مثنوی کو جس میں شاہد اور عزیز کا قصہ ہے

اس شعر سے شروع کیا ہے۔

بنام شاہدِ نازک خیالاں عزیز خاطرِ آشفتہ حالاں

اس صنعت کو حسن مطلع بھی کہتے ہیں۔

۳۱۔ تحلیل۔ کلام میں ایک ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنی ہوں اور دونوں کو بیاق کلام میں دخل ہو۔ جیسے ظہوری کا یہ فقرہ ہے۔ "ہندیاں نُہ شیرۂ مجتمع را نورس گویند و فارسیاں اگر نورس فضل وکمالش دانند بجا است (یہاں نورس میں صنعت تحلیل ہے)۔

۳۲۔ ایراد مثل۔ کلام میں کسی مشہور مثل کا لانا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ارسال مثل۔ ضرب مثل۔

(۱) ارسال مثل۔ یہ ہے کہ مثل کو بعینہ درج کریں جیسے خواجہ حافظ کا یہ شعر۔

مرا بکشتی بادہ درافگن اے ساقی کہ گفتہ اند نکوئی کن و در آب انداز

(۲) ضرب المثل۔ یہ ہے کہ مثل کو بہ تغیر الفاظ درج کریں جیسے سلمان ؎

در جہاں رسمِ قدیم است از بزرگاں مرحمت

وز فرودستاں خطا واللہ اعلم بالصواب

مثل مشہور یہ ہے۔" از خرداں خطا و از بزرگاں عطا"۔ مگر یہاں بتغیر الفاظ لائے ہیں۔

۳۳۔ اقتباس۔ کسی دوسرے کا کلام، اپنے کلام میں نقل کرنا۔

جیسے سلمان اور حافظ کے یہ اشعار۔

ساقی بزمش اگر بر خاک ریزد جرعۂ — زہرہ گوید با فلک یا لیتنی کنت تراب
بحُسنِ عارض و قد تو بُردہ اند پناہ — بہشت و طوبیٰ لھُم و حسن مآب
شب وصل است و طے شد نامۂ ہجر — سلامٌ ہی حتیٰ مطلع الفجر
ہر چند آزمودم از وے نبود سودم — من جرّب المجرّب حلّت بہ الندامہ

۳۴۔ التفات۔ یہ ہے کہ اپنے کو یا کسی شخص یا چیز کو سلسلۂ کلام میں کبھی بطور غائب ذکر کریں۔ کبھی بطور مخاطب۔ کبھی بطور متکلم۔ جیسے عرفی نے قصیدہ نعتیہ میں پہلے اپنے کو بطور متکلم بیان کیا ہے۔ پھر بطور مخاطب پھر بطور غائب ؎

از رغبت[1] دنیا الم آشوب نگردد — زیں باد پریشاں نہ کنم زلفِ الم را
عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحراست — آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را
از باغ نعیمش بدہ انعام و میامیز — با مطلب او مطلب اصحاب شکم را

عزم[2] او گر باغبان دہر گردد دور نیست — گر شود چوں آفتاب اندر جہاں سیّار گل
اے کہ از اندیشۂ عقل صلاح اندیش تو — ہر نفس بندد رہِ غمّازی اسرار گل

۳۵۔ تعلیق۔ کسی امر کو کسی حکم پر مرتّب کرنا۔ جیسے

ساقی بزمت اگر بر خاک ریزد جرعۂ — زہرہ گوید با فلک یا لیتنی کنت تراب

۱؎ رغبت سے پہلے از انتزاعیہ ہونے کی وجہ سے اُس کے معنی اعراض یعنی روگردانی کے لئے جائیں گے۔ ۲؎ عزم۔ ارادہ۔ سیّار۔ سیر کرنے والا۔

۳۶۔ استخدام۔ دو معنی والے لفظ سے پہلے ایک معنی مراد لیں پھر اُس کی ضمیر سے دوسرے معنی مراد لیں۔ جیسے ؎

تا بہ بزم خویش ما را دادہ است آں سرو بار
از نہال قامتش آں را شدیم امیدوار

یہاں بار کے دو معنی ہیں دخل اور پھل۔ پہلے مصرع میں بمعنی دخل ہے۔ دوسرے میں جو ضمیر ہے وہ بار بمعنی پھل کی جانب راجع ہے۔

۳۷۔ سوال و جواب۔ کلام میں مکالمہ کا ذکر کرنا۔ جیسے

گفت ایں چیست کہ بارندہ بر ایوان من است
گفتم ایں رشحۂ از دیدۂ گریانِ من است

گفت ایں کیست کہ خوابم بہ سحرگاہ ربود
گفتم آوازۂ از چاک گریبانِ من است

گفت ایں رنگ شفق راست چہ سرمایہ بگو
گفتم ایں قطرۂ خونے بمژگانِ من است

حافظ ؎
گفتم غمِ تو دارم گفتا غمت سر آید
گفتم کہ ماہ من شو گفتا اگر بر آید

عنصری کا یہ تمام قصیدہ اسی صنعت میں ہے ؎

ہر سوالے کزاں بتِ سیراب
دوش کردم مرا بداد جواب
گفتم آتش براں رخت کہ فروخت
گفت آں کو دل تو کرد کباب

۳۸۔ اِدّعا۔ یہ ہے کہ شاعر ایسی بات کا دعویٰ کرے جو خلاف قیاس

اور غیر ممکن ہو اور سننے والا یہ گمان کرے کہ شاید ایسا ہوا ہو۔

سعدی ؎ شبے یاد دارم کہ چشمم نخفت
شنیدم کہ پروانہ با شمع گفت

نظامی ؎ شبے نعلبندے و پالاں گرے
حق خویش می خواستند از خرے

خر از پائے رنجیدہ و پشت ریش
بیفگند شاں نعل و پالان خویش

۹۳۔ مناظرہ۔ یہ بھی ادعائے شاعری کی ایک قسم ہے۔ اسدی نے اپنے قصیدہ کی تمہید میں اس صنعت کو بہت استعمال کیا ہے۔ اب متروک ہے۔ سعدی ؎

ایں حکایت شنو کہ در بغداد
رایت و پردہ را خلاف اُفتاد

رایت از گردِ راہ و رنج رکاب
گفت با پردہ از طریق عتاب

من ز خدمت دمے نیاسودم
گاہ بے گاہ در سفر بودم

تو نہ رنج آزمودۂ نہ حصار
نہ بیابان و راہ و گرد و غبار

قدم من بہ سعی بیشتر است
پس چرا راحت تو بیشتر است

تو بر بندگان مہ روئے
با کنیزان یاسمن بوئے

من فتادہ بدست شاگرداں
بسفر پائے بند و سر گرداں

گفت من سر بر آستاں دارم
نہ چو تو سر بر آسماں دارم

ہر کہ بیہودہ گردن افرازد
خویشتن را بگردن اندازد

۲۔ صنائع لفظی

تجنیس۔ (یا جناس) کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں مختلف اس کی کئی قسمیں ہیں۔ تام۔ مکرر۔ زائد محرّف۔ مرکّب۔

۱۔ **تجنیس تام**۔ کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو تلفظ میں یکساں ہوں یعنی شمار حروف و حرکات و ترتیب میں یکساں ہوں اور معنی میں مختلف۔ جیسے ؎

باز اقبالش بصید ملک زنگیں چنگ باد
تار چنگ عشرتش باد از گسستن در اماں

پہلا چنگ چنگل کے معنی میں ہے اور دوسرا چنگ باجے کا نام ہے۔

بشہرش مرغ دلہا راست آہنگ — کہ از بام درش می آید آہنگ
ایں یمین مراست جائے یمیں — واں یسار مراست جائے یسار

دوسرے شعر میں پہلے آہنگ کے معنی ارادہ کے ہیں اور دوسرے آہنگ کے سُریلی آواز کے تیسرے شعر میں پہلا یمین بمعنی دست راست دوسرا یمین بمعنی قسم۔ پہلا یسار بمعنی دست چپ دوسرا بمعنی توانگری۔

۲۔ **تجنیس مرکب**۔ کلام میں ایک طرح کے دو لفظ لائیں۔ ان میں سے ایک مفرد دوسرا مرکب ہو۔ اگر یہ دونوں لفظ ایک طرح سے لکھے جائیں تو اُس کو تجنیس متشابہ کہیں گے اور اگر بولنے میں ایک طرح نہ لکھے جائیں

تو اُس کو تجنیس مفروق کہیں گے ۔ جیسے ؎

بدریا بسوزد دل خیز راں[1] | چو زد بر سمند سبک خیز راں
مگر نورس کہ فردوس بریں است | نہ تنہا خلد، رضواں ہم بریں است
ساقی ازاں بادۂ منصور دم | در رگ و در ریشۂ من صور، دم

۳ ۔ تجنیس محرّف ۔ دونوں کلمے کتابت میں یکساں ہوں حرکت اور سکون اور معنی میں مختلف ہوں جیسے

از کوئے تو چوں باد برآشفتم و رفتم | گرد از دلِ مدعیاں رُفتم و رفتم

۴ ۔ تجنیس مکرّر ۔ (مزدوج) ایک طرح کے ایسے دو لفظ بلا فاصلہ پاس پاس لانا جو حروف ردی میں متفق ہوں جیسے فاضل ۔ فاصل

اگرچہ ہست گلت را چو من ہزار ہزار | مرا بدست نیاید چو تو نگار نگار
اے ز لعل آتشینت در دل گلنار نار | غیر دل بردن نداری اے بت مکار کار

۵ ۔ تجنیس زائد ۔ (ناقص) دونوں لفظ میں سے ایک کے اول یا بیچ یا آخر میں ایک حرف زائد ہو ۔ جیسے

باشکوہِ کوہ حلمت ابر گریاں بر جبال
با وجود جودِ دستت برق خنداں بر سحاب
صبح از مشرق چو گردد بیرق نور آشکار
خندہ زد اندر ہوائے بیرق او برق وار

---

[1] خیز راں ۔ بید ۔ یہ لفظ مرکب ہے خیز (امر خاستن) اور ران سے ۔ بید کو گھوڑے کی ران پر مار کر ہانکتے ہیں ۔ اس واسطے اس کا نام یہ رکھا گیا ہے ۔

گر اکسیرِ سُرور و سوز سازند | زخاکِ پاک بیجا پور سازند
در رکوع و سجود جود او کرد | در قیام و قعود عود او کرد

تنبیہ ۔ اگر یہ زیادتی آخر کلمہ میں ہے تو اُس کو تجنیس مطرف کہیں گے ۔ جیسے

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن | آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن

اگر آخر میں دو حرف زائد ہوں تو اُس کو تجنیس مذیل کہیں گے ۔ جیسے خاقانی۔

قاہرہ[1] قفار و باج از قاہرہ در خاستہ | دامغ اشرار و گرد از دامغاں انگیختہ

اس شعر کے مصرعہ اوّل میں تجنیس مطرّف ہے دوم میں مذیّل ۔

اگر میانِ یم[2] اندر صدف ندید ستی | نگاہ کن قلم او دراں خجستہ یمین

۶ ۔ تجنیس مضارع ۔ دونوں لفظوں کے حروف شمار اور ہیئت میں یکساں ہوں مگر ایک حرف دونوں میں ایک طرح کا نہ ہو ۔ بلکہ قریب المخرج ہو ۔ خواہ وہ حرف اوّل میں ہو یا بیچ میں یا آخر میں جیسے سور ۔ صور ۔ مثلاً

جامی[3] از ترہات بستہ زباں | سخن از طرہات می گوید

ساعیت[4] ہر کہ نیست او ساہی است | داعیت ہر کہ نیست او داہی است

راہ[5] می زند مطرب راح می دہد ساقی

باطنِ تو حقیقتِ دل تست | آنچہ جز باطنِ تو باطلِ تست

۷ ۔ تجنیس لاحق ۔ دونوں لفظوں میں جو حرف ایک طرح کا نہ ہو

---

[1] قاہرہ ۔ غالب ۔ قاہرہ ۔ مصر کا دار الخلافۃ ۔ دامغ ۔ دامغان ۔ ایک شہر کا نام ہے [2] یم ۔ دریا یمیں ۔ داہنا ہاتھ ۔ [3] ترہات ۔ بیہودہ باتیں ۔ طرہات ۔ طرہ کی جمع گیسو ۔ [4] ساعی ۔ چغلخور ساہی ۔ بھولنے والا ۔ داعی ۔ دعا دینے والا ۔ دعوئ کرنے والا [5] راہ زدن ۔ لوٹنا ۔ راح ۔ آرام شراب

وہ قریب المخرج نہ ہو جیسے

در روئے من زغمزہ کمانہا کشیدۂ / بر جانِ من زطرّہ کمینہا کشادۂ

بآں رنگینی از کاہ آورد یاد / کہ کوہ از بار رشک آید بفریاد

زرنگینیش گُل در غازہ جوئی / زسیرابیش مُل در تازہ روئی

جنگ را در دلش نباشد سنگ۔

۸۔تجنیس خطی۔ دونوں لفظ صورت میں ایک ہوں صرف لفظوں اور علامتوں میں اختلاف ہو۔اُسی کو صنعت تصحیف بھی کہتے ہیں جیسے

خوباں کہ گرد لب خط مشکیں کشیدہ اند / خط بر حیات عاشق مسکیں کشیدہ اند

خلق او زیر ایں سراپردہ / زخمہا خوردہ رحمہا کردہ

جیمہا چشمہا زدیدارش / سمعہا شمعہا زگفتارش

۹۔تجنیس مزدوج۔ دو متجانس الفاظ میں سے ایک دوسرے کا جزو ہو۔ جیسے۔

افتاد مرا با دل مکار تو کار / اندر دلم افگند دو گلنار تو نار

در رکوع و سجود جود او کرد / در قیام و قعود عود او کرد

لالہ سرخی یافتہ قسم از تو ہنگام بہار / آبی از من یافتہ زردی بماہ تیر تیر

۱۰۔تجنیس قلب۔ دونوں کے حرف شمار اور نوع میں یکساں ہوں مگر ترتیب مختلف اور برعکس ہو۔اس کی دو صورتیں ہیں۔قلب کل قلب بعض۔

(۱) قلب کل۔جس میں کلموں کے حروف ترتیب وار اُلٹے واقع

ہوں۔ جیسے۔

رازِ نہاں زنالۂ زار آشکار شد — آرے نہفتہ فاش شد از نالہاے زار

مرد حق را درم ز رہ نبرد — رام اورا نمی گزد ایں مار

ع۔ چو اینک لابقا مقلوب اقبال است برخوانش

(۲) قلب بعض۔ جس میں کلموں کے حروف بے ترتیب معکوس ہوں۔ جیسے

ہمہ سادات دیں ازو مرحوم — ہمہ نامحرماں ازو محروم

شرک در شکر نعمتِ ایماں — کفر در فکر نکتۂ عرفاں

ع۔ حامی دیں ماحی جور و فتن۔

فائدہ۔ قلب کی حسب ذیل دوصورتیں قلب مستوی کہلاتی ہیں۔

۱۔ لفظ کو الٹیں تو وہی لفظ رہے۔ جیسے درد۔ شاباش۔ قلق۔ لون۔

۲۔ عبارت اُلٹیں تو وہی عبارت رہے۔ جیسے مرادے دارم۔ برآید یا رب۔

شکرّ بہ ترازوے وزارت برکش — شو ہمرہِ بلبل بلب ہر مہوش

اُمیدِ آشنایاں شادی ما — اُمید آباد شد آبادی ما

۱۱۔ اشتقاق۔ چند لفظ ایک ہی مصدر یا مادہ سے مشتق کسی جملہ یا مصرع یا شعر میں ہوں جیسے ارسال۔ رسل۔ رسائل بسط بساط انبساط

چند گوئی ز وصلش بہ شکیب — من شکیبم دل و جاں نہ شکیبد

ع۔ بامن قران کنند و قریناں من نیند۔

۱۲۔ تنسیق الصفات۔ ایک موصوف کے چند صفات یکے بعد دیگرے

بیان کریں۔ جیسے۔

خداوند بخشندہ و دستگیر کریم خطابخش و پوزش پذیر
جہاں دار و جہانگیر و جہاں بخش
فلک بخت و فلک تخت و فلک رخش
کشّافِ حقایقی بہ تحقیق علّامۂ عالمی بانواع علوم
برخ ماہ تمامی و بقد سرو روانی بلب راحتِ روحی بچشم آفتِ جانی
یاقوت لبا لعل رُخا غنچۂ دہنا شمشاد قدا سیم برا آفتِ جانا

۱۳۔ سیاقۃ الاعداد۔ اعداد بالترتیب یا بے ترتیب ذکر کریں جیسے یہ اشعار۔

یک دو شد از سہ حرفش چار اصل و پنج شعبہ
شش روز ہفت اختر نہ قصر و ہفت منظر
ہمی کنند تفاخر بخدمت سلطاں یکے سپہر دوم انجم و سوم ازماں

۱۴۔ تلمیع۔ ایسی نظم جس کا ایک حصّہ ایک زبان میں ہو، اور دوسرا دوسری زبان میں۔ جیسے خواجہ حافظ۔ نظیری۔ سلمان۔ جامی کے یہ اشعار۔

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا
کہ عشق آساں نمود اول ولے اُفتاد مشکلہا
اذا ما شئت ان تحییٰ حیوٰۃً حلوۃ المحیا
برسوائی برآور سر زمستوری بروں نہ پا

گر گناہے کردہ ام الاعتذار الاعتذار

گر خطائے کردہ ام الاجتناب الاجتناب

زمہجوری برآمد جان عالم ترحّم یا نبی اللہ ترحّم

۱۵۔ ردالعجز علی الصدر۔ عروضیوں کی اصطلاح میں شعر کے اجزا کے پانچ نام ہیں۔

مصرع اوّل کے پہلے جزو کو صدر آخر کو عروض دوسرے مصرعہ کے اوّل کو ابتدا اور آخر کو عجز یا ضرب اور باقی اجزا کو حشو کہتے ہیں۔

اب اس صنعت کے یہ معنی ہوئے کہ مصرعہ دوم کے آخر میں وہی لفظ لانا جو مصرع اوّل کے شروع میں آیا ہے جیسے

شیدا شدہ ام اکنوں این است علاجم بس

زنجیر دو زلفِ تو و پائے من شیدا

اس میں کبھی بعینہ وہی لفظ لاتے ہیں کبھی اس کے جنس کا یا مشتق یا شبیہ بمشتق۔

صدرا بتو جاحت است چوں من صدرا بدرا بتو رونق است نیک و بدرا

کریما بدہ داد من از فلک چو مرداں ترا ہرچہ بایست داد

یگانہ زمانہ شد ستی و لیکن نشد ہیچ کس را زمانہ یگانہ

بکوشش گشت قدرِ ہر یکے در پیش یار افزوں

من مسکیں زبوں تر می شوم ہر چند می کوشم

شیدا شدہ ام چرا ہمی نہ نہی؟ زنجیر دو زلف بر من شیدا

فائدہ ۔ اس صنعت کی تین اور صورتیں ہیں ۔

۱۔ عجز کا لفظ مصرع اوّل کے حشو میں واقع ہو ۔ جیسے

یوسف ماست بہ بازار کنوں جلوہ فروش　　　زاہد از گوشۂ خلوت دل خود را بازآر

۲۔ عجز کا لفظ مصرع اوّل کے عروض میں واقع ہو ۔

در عاشقی دلیری اے دلبر شیریں　　　من رنجہ چو فرہادم تو طرفہ چو شیریں

۳۔ عجز کا لفظ مصرع اول یا دوم کے ابتدا میں واقع ہو ۔ جیسے

محیط است علم ملک بر بسیط　　　قیاس تو بروے نہ گردد محیط

نہ در باغ سبزہ نہ در کوہ شخ　　　ملخ بوستاں خوردہ مردم ملخ

۱۶۔ لزوم مالا یلزم ۔ ایسی بات کا لازم کر لینا جو ضروری نہ ہو ۔ جیسے کسی حرف یا لفظ کا حذف کر دینا یا کسی لفظ کا بار بار لانا ۔ جیسے نظامی کے یہ اشعار ہیں ۔

سپہرم بدیں گونہ پہلو درید　　　کہ شد در جگر پہلوم ناپدید
تو اے پہلواں کامدی سوئے من　　　نگہدار پہلو ز پہلوئے من

یا کسی خاص کلمہ کا التزام کرنا ۔ کہ کوئی شعر یا مصرع اس سے خالی نہ ہو جیسے کاتبی کا قصیدہ ہے کہ ہر مصرعہ میں شتر اور حجرہ موجود ہے ۔ جس کا مطلع یہ ہے ؎

مرا غم است شتر بارہا بحجرۂ تن　　　شتر دلی نہ کم غم کجا و حجرۂ من

اسی طرح سے کسی خاص مصرع میں چیزوں کا عدد مخصوص کر دے جیسے خاقانی کی مثنوی ہے کہ ہر بیت کے دوسرے مصرع میں چار چیزیں ذکر کی ہیں ؎

جمع آمدہ بہر خدمت و پاس — ادریس و مسیح و خضر و الیاس
بستہ کمراں چو حلقہ قدِ خم — کے خسرو و سام و زال و رستم
مستسقی جرعہ وقت تعجیل — جیحون و فرات و دجلہ و نیل
روزی طلب آمدہ دمادم — دیو و ملک و پری و آدم

فائدہ ۔ اس صنعت کے تحت میں بہت سی صنعتیں داخل ہیں ۔ جیسے صنعت معاد ۔ مہملہ ۔ معجمہ ۔ رقطا ۔ خیفا ۔ مقطع ۔ موصل ۔ تحت النقاط ۔ فوق النقاط ۔ واسع الشفتین ذوالقافیتین ۔ مربع توشیح ۔

۱ ۔ معاد ۔ وہ صنعت ہے کہ جو لفظ ایک مصرع کے آخر میں آئے ۔ وہی دوسرے مصرع کے شروع میں آئے جیسے ۔

نایدبرمن دلبر آسائش جانم — جانم طیراں می کند انجام ندانم
دانم نہ رود پائے تمنا رہِ مقصود — مقصود دلی نیست جز ایں شور و فغانم

۲ ۔ مہملہ ۔ (غیر منقوط) کلام میں ایسے الفاظ لانا جس میں نقطہ نہ ہو ۔ جیسے ۔

ع ۔ کحل مردم گردِ راہ دلدل راہوارِ اُو ۔

لوحۂ کام دل مرا آمد — روح را راحِ مدعا آمد

۳ ۔ معجمہ ۔ (منقوطہ) کلام میں ایسے الفاظ لانا جس میں نقطہ ہو ۔ جیسے

ع ۔ بخشش فیض بینی زیب جشن ۔

۴ ۔ رقطا ۔ کلام میں ایسے لفظ لانا کہ ایک حرف نقطہ دار ہو اور ایک بے نقطہ ۔ جیسے

زلف سیہ تو جان من دزدیدی — اے دزد ندیدیم چو تو جاں دزدی

۵ ۔ خیفا ۔ کلام میں اس کا التزام کرنا کہ علی الترتیب ایک پورا لفظ نقطہ دار ہو اور ایک پورا

لفظ بے نقطہ ہو۔ جیسے

علم بینش دہد بہ بیں گل را — روح جنبش دہد بہ بیں گل را

۶۔ منقطع الحروف۔ (یا مقطع) ایسی عبارت یا نظم جس میں سب حروف الگ الگ لکھے جائیں ع۔ دردِ دل را دوا ے آوردم۔

رُخ زرد دارم ز دوری آں در — زدہ داغ دردم درونِ دل آذر

۷۔ متصل الحروف۔ (یا موصل) ایسی عبارت یا نظم جس میں سب حروف ملے ہوئے لکھے جائیں۔ جیسے

چو من کاست گوئی شب فرقت تو — مہ نو کہ باشد بدیں گونہ لاغر

بت بے مثل شکل نقش چینی — سُہیل حُسن شمعِ مہ جبینی

ع۔ کہ ہست محسنِ قلبِ علیل عکس حبیب۔

۸۔ مقطع و موصل۔ وہ کلام جس میں اوپر کی دونوں صنعتیں علی الترتیب پائی جائیں جیسے جامی کی یہ غزل ہے کہ اس کی بیت اوّل مقطع ہے۔ دوم موصل بدو حرف یوم موصل بسہ حرف۔ چہارم موصل بچہار حرف۔ پنجم موصل بہ پنج حرف۔ غزل۔

رُخ زرد دارم ز دوری آں در — زدہ داغ دردم درون دل آذر

چو من کاست گوئی شب فرقتِ تو — مہ نو کہ باشد بدیں گو نہ لاغر

خطت خضر و جعد سرت مشک تبّت — تنت سیم و لعل لبت تنگ شکر

بجنّت منعّم مقیم محبّت — بہشت مخلّد نصیب محقّر

بہ لبہا مسیحی بہ گفتن فصیحی — بطلعت صبیحی بہ گیسو معنبر

۹۔ تحت النّقاط۔ ایسا کلام لانا کہ جس قدر نقطہ دار حروف ہوں اُنکے نیچے نقطے ہوں جیسے

بہ دیر و کعبہ گردیدم بہر سو   چو او بسیار کم دیدم پری رو

۱۰- فوق النقاط- ایسا کلام لانا کہ جس قدر نقطہ دار حروف ہوں اُن کے اوپر نقطے ہوں- جیسے-

تا دشنۂ غمزہ راند در دل   زخمش در خوں فشاند بر دل

۱۱- واسع الشفتین- جس کلام کے پڑھنے میں دونوں لب نہ ملیں- جیسے

در رہے گر ترا گزار شدہ   سر راہِ تو سر نثار شدہ

۱۲- واصل الشفتین- جس کلام کے پڑھنے میں دونوں لب مل جائیں سے

بُت من دمیدم فریب مدہ   بہ لب من لب پیالہ مبند

۱۳- ذوالقافیتین- یہ ہے کہ ایک شعر میں دو قافیہ لائیں- جیسے-

عقل و ایماں کشیدنی باشد   عشق و ایماں چشیدنی باشد

اے از مکارم تو شدہ در جہاں خبر   افگندہ از سیاست تو آسماں سپر

دل در سر زلف باز بستیم   وز نرگس آں نگار رستیم

از دلم سوسنش ببرد قرار   بسرم نرگسش سپرد خمار

۱۴- مربع- چار مصرع نظم کئے جائیں کہ اگر اس کے چار ٹکڑے کریں تو دو جانب سے پڑھا جائے- جیسے یہ رباعی-

رباعی

۱	اے رُوئے تو	شمع	مشعل	طور
۲	شمع	تو فروغ	چشم	پُر نور
۳	مشعل	چشم	از تو چشم بد	دور
۴	طور	پُر نور	دور	از دور

۱۵- توشیح- چند اشعار اس طرح لکھے جائیں کہ ہر مصرعہ کے حروف اول یا آخر یا متوسط کو اگر جمع کریں تو کوئی نام یا عبارت حاصل ہو۔

مراد خاطر ارباب دوراں ‌ ‌ ‌ ہدایت بخش دیں مہدی علی خاں
دبیر دفتر دانش چو دولت ‌ ‌ ‌ ید بخشش برنگ ابر رحمت
عنایت از وجودش در تلاطم ‌ ‌ ‌ لباس مردمی در بر چو مردم
یل پہلو شگاف دشمن دیں ‌ ‌ ‌ خدیو دہر با صد عزّ و تمکیں
امیر روزگار خویش یعنی ‌ ‌ ‌ نصیر دین حق خورشید معنی

رشید وطواط کی اس رباعی کے ہر مصرعہ کے اوّل حرف سے محمد کا نام حاصل ہوتا ہے ؎

معشوقہ دلم بہ تیر اندوہ بخست ‌ ‌ ‌ حیراں شدم کسے نمی گیرد دست
مسکیں تن من ز پاے محنت شدہ پست ‌ ‌ ‌ دست غم دوست، پشت من بسکہ شکست

۱۶- ترصیع- شعر کے دونوں مصرعوں کے الفاظ باہم ایک دوسرے کے ہم قافیہ اور ہموزن ہوں ؎

آرائش آفاق شد رخسار بزم آراے او ‌ ‌ ‌ آسائش عشاق شد دیدار روح افزاے او
حریم حرمت کوئے تو جنت ابرار ‌ ‌ ‌ شمیم نکہتِ موئے تو راحت احرار
اے در جلالِ قدرِ تو گشتہ چو آسماں ‌ ‌ ‌ دے در جمال صدرِ تو گشتہ چو بوستاں

تنبیہ- لزوم مالایلزم کے متعلق جتنی صنعتیں ہیں اُن سب کو شعرا صرف تفنن طبع کے لئے کام میں لائے ہیں۔ لیکن صاحب ذوق سلیم ان سب صنعتوں کو بازیچۂ اطفال سمجھتا ہے کلام کی معنوی خوبی اصل چیز ہے اس لئے اس جانب کبھی اپنی توجہ مبذول نہیں کرتے

باب چہارم امثال و محاورات عجم

ضرب الامثال

آب آمد تیمم برخاست۔
آب جائے کہ بسیار می ماند گندہ گردد۔
آب چو از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یک مشت
آب ندیدہ موزہ کشیدہ۔
آب و آتش را چہ آشنائی۔
آتش چو در پنبہ افتد تر و خشک نداند
آتش نشاندن و اخگر گذاشتن و افعی
کشتن و بچہ اش نگاہ داشتن کار
خردمنداں نیست۔
آدم خوب حکم عنقا دارد۔
آدمیاں گم شدند ملک خدا خر گرفت۔
آدمی را آدمیت لازم است۔
آزردن دل دوستاں جہل است۔
آزردہ دل آزردہ کند انجمنے را۔
آزمودہ را نباید آزمود۔

آفریں باد بریں ہمت مردانۂ تو۔
آمدن بارادت رفتن باجازت۔
آناں کہ غنی تراند محتاج تراند۔
آں بلا نبود کہ از بالا رود۔
آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔
آں قدح بشکست وآں ساقی نماند۔
آں کہ شیراں را کند روبہ مزاج۔
احتیاج است احتیاج است احتیاج۔
آواز سگاں کم نکند رزق گدا را۔
آواز گدا رونق بازار کریم است

ابر را بانگ سگ ضرر نکند۔
ابر میخواہند مستاں خانہ گو ویراں شود۔
ارزاں بہ علت گراں بہ حکمت۔
از پائے لنگ چہ سیر و از دست گرسنہ چہ خیر۔

از پسر ناخلف دختر بهتر۔
از تو حرکت از ما برکت۔
از چشمۂ آفتاب جز تشنگی نتواں یافت۔
از خرداں خطا و از بزرگاں عطا۔
از خرس موئے بس است۔
از دوست یک اشارت و از ما بسر دویدن۔
از ضعف بہر جا کہ نشستیم وطن شد۔
از کوزہ ہماں برون تراود کہ در دست۔
از گوشۂ بامے کہ پریدیم پریدیم۔
از ماست کہ بر ماست۔
از مکافات عمل غافل مشو۔
از یک دست صدا نیاید۔
اسپ و شمشیر وفادار کہ دید۔
اصل بد از خطا خطا نکند۔
اگر بشکار شغال روی سامانِ شیر کن۔
اللہ بس باقی ہوس۔
انچہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند۔
انچہ در دل است بر زبان می آید۔
انچہ نصیب است بہم می رسد۔

اوّل با آخر نسبتے دارد۔
اوّل خویش بعدہٗ درویش۔
اوّل طعام بعدہٗ کلام۔
ایاز قدر خود بشناس۔
اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی
اے زفرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش
ایں خانہ تمام آفتاب است۔
ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔
ایں ہم اندر عاشقی غمہائے بالائے دگر
اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی۔

با ادب باش تا بزرگ شوی۔
با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب۔
با دوستاں تلطّف با دشمناں مدارا۔
با سیہ دل چہ سود گفتن وعظ۔
باندازہ گلیم پا دراز کن۔
با ہمیں مردماں بباید ساخت۔
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔
بہ تمنائے گوشت مردن بہ۔

که تقاضائے زشت قصّاباں۔
بخت که برگردد اسپ تازی خر گردد۔
بدگہر باکسے وفا نہ کند۔
بدی را بدی سہل باشد جزا۔
اگر مردی احسن الیٰ من اسا۔
براتِ عاشقاں بر شاخ آہو۔
برائے نہادن چہ سنگ وچہ زر۔
بر رسولاں بلاغ باشد وبس۔
بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد۔
برعکس نہند نام زنگی کافور۔
برگ سبز است تحفۂ درویش۔
بزرگش نخوانند اہل خرد۔
که نام بزرگاں بزشتی برد۔
بزرگی بایدت بخشندگی کن۔
بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال۔
بلبلا مژدۂ بہار بیار۔
خبر بد بہ بوم شوم گذار۔
بہ مرگش گیر تا بہ تپ راضی آید۔
بندگی بیچارگی۔

بہ نیم بیضہ که سلطاں ستم روا دارد۔
زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ۔
بوزنہ بہ نقل آدم انسان نمی شود۔
بہر زمین که رسیدیم آسماں پیداست
بہر کارے که ہمت بستہ گردد۔
اگر خارے بود گلدستہ گردد۔
بہشت آنجا که آزارے نباشد۔
بے زری کرد بما انچہ بقاروں زر کرد۔

پائے در زنجیر پیش دوستاں۔
بہ که با بیگانگاں در بوستاں۔
پاجی بطواف کعبہ حاجی نشود۔
پرتو نیکاں نگیرد ہر که بنیادش بدست۔
پراگندہ روزی پراگندہ دل۔
پرستار زادہ نیاید بکار۔
پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی
که یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی
پسر نوح با بداں بہ نشست۔
خانداں نبوتش گم شد۔

پشہ چو پُر شد بزند پیل را۔
پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند۔
پیر من خس است اعتقاد من بس است۔
پیرے کہ دم ز عشق زند بس غنیمت است۔
پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند۔

تا بدکان خانہ در گروی۔
ہرگز اے خام آدمی نشوی۔
تا تریاق از عراق آوردہ شود
مار گزیدہ مردہ شود۔
تا تو بمن می رسی من بخدا می رسم۔
تا سال دگر مے کہ خورد زندہ کہ ماند۔
تا صدف قانع نشد پُر دُر نشد۔
تا مرد سخن نگفتہ باشد۔
عیب و ہنرش نہفتہ باشد۔
تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا۔
تا یار کرا خواہد و میلش بہ کہ باشد۔
تربیت نا اہل را چوں گردگاں بر گنبد است۔
تعظیم کاریگراں معاف۔

تکبر عزازیل را خوار کرد۔
تکیہ بر جاے بزرگاں نتواں زد بگزاف
تنہا پیش قاضی روی راضی آئی۔
تواضع ز گردن فرازاں نکوست۔
توانگری بدل است نہ بمال۔
تو پاک باش برادر مدار از کس باک

جاے استاد خالی است۔
جگر جگر است و دگر دگر۔
جواب جاہلاں باشد خموشی۔
جہاندیدہ بسیار گوید دروغ۔

چاہ کن را چاہ درپیش۔
چشم ما روشن دل ما شاد۔
چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا۔
چراغ مفلساں نورے ندارد۔
چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد۔
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی؟
چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند۔

چندیں ہزار شکل برائے اکل۔
چو احمق در جہاں باقیست کس مفلس نمی ماند
چو از قومے یکے بے دانشی کرد۔
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را۔
چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ۔
نشود خشک جز بآتش راست۔
چو پیروز شد دزد تیرہ رواں۔
چہ غم دارد از گریۂ کارواں۔
چو تیر از کماں رفت ناید بہ شست
چو فردا رسد کار فردا کنیم۔
چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی
چو مہ بہ ہالہ نشیند دلیل باران است۔
چو میداں فراخ است گوے بزن۔
چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد۔
چو نرمی کنی خصم گردد دلیر۔
چوں قضا آید طبیب ابلہ شود۔
چوں کار از دست رفت پشیمانی چہ سود۔
چوں گوش روزہ دار براللہ اکبر است۔
چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتی باں۔

چہ خوش بود کہ برآید بہ یک کرشمہ دو کار۔
چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔
چیزے بدہ درویش را چیزے بگو درویش را۔

حاجت مشاطہ نیست روے دل آرام را۔
حاکم تمام گوش باید۔
حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر۔
حساب دوستاں در دل۔
حق بہ حقدار رسید۔
حکم حاکم مرگ مفاجات۔
حلوہ خوردن را روے باید۔
حیلہ رزق بہانہ موت۔

خاک از تودۂ کلاں بردار۔
خانۂ خالی را دیو می گیرند۔
خانۂ شیشہ را سنگے بس است۔
خانہ دوستاں بروب و در دشمناں مکوب۔
خدا را ندیدہ اند بعقل شناختہ اند۔
خدا دارم چہ غم دارم۔

خدا که می دهد نمی پرسد تو کیستی۔
خر ار جلّ اطلس بپوشد خر است۔
خراں را کسی در عروسی نخواند۔
مگر آں زماں کاب و هیزم نماند۔
خر عیسیٰ گرش بمکه برند۔
چوں بیاید هنوز خر باشد۔
خس کم جہاں پاک۔
خفته را خفته کے کند بیدار۔
خلاف رائے سلطاں رائے جستن۔
بخونِ خویش باید دست شستن۔
خلق خدا ملک خدا۔
خواجه آنست که باشد غم خدمتگارش۔
خوب شد که اسبابِ خودبینی شکست۔
خود غلط انشا غلط املا غلط۔
خود را فضیحت دیگراں را نصیحت۔
خود کرده را چه درماں۔
خوش آمد هر کرا گفته خوش آید۔
خوش حال کسانیکه بهر حال خوش اند
خوئے بد در طبیعتے که نشست۔
زود جز بوقت مرگ از دست۔
خوئے بد را بهانه بسیار۔
خویشی بخوشی سودا برضا۔

داشته آید بکار گرچه بود سر مار۔
در خانه اگر کس است یک حرف بس است۔
درختے که اکنوں گرفت است پائے۔
به نیروے شخصے بر آید ز جائے۔
درد را پیش دردمند بگو۔
درد عاشق نه شود به ز مداوائے طبیب
درشتی و نرمی بهم در به است۔
در عفو لذّتیست که در انتقام نیست۔
در کار خیر حاجت هیچ استخاره نیست۔
درماں به کسے رسد که دردے دارد۔
در نیستی مردن به که حاجت پیش کسے بردن
دروغگو را بدر خانه باید رسانید۔
دروغ مصلحت آمیز به از راستی فتنه انگیز
دروغگو را حافظه نباشد۔
درویش صفت باش و کلاه تتری دار۔

درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست۔
دُرِ یتیم را ہمہ کس مشتری بود۔
دزد از خانۂ مفلس خجل آید بیروں۔
دزد باش و مرد باش۔
دزد دانا می کُشد اوّل چراغ خانہ را۔
دست بکار و دل بہ یار۔
دست بے ہنر کفچۂ گدائی است۔
دست خود دہان خود۔
دست را دست می شناسد۔
دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است۔
دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست۔
دشمن دانا بہ از دوست ناداں۔
دعائے گوشہ نشیناں بلا بگرداند۔
دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد۔
دل بدست آور کہ حج اکبر است۔
دل را با دل راہ است۔
دنیا خوابیست زندگانی در وے۔
خوابیست کہ در خواب بہ بینی آں را۔
دوائے غضب خاموشی است۔

دو دل یک شود بشکند کوہ را۔
دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی۔
دوستاں در زنداں بکار آیند کہ بر سفرہ۔
دشمناں ہم دوست نمایند۔
دہ درویش در گلیمے بخسپند۔
دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ۔
دیدم ہمہ را و آزمودم ہمہ را۔
دیر آید درست آید۔
دیو بگریزد ازاں قوم کہ قرآں خوانند۔
دیو ہماں بہ کہ بود اندر بند۔
دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند۔
دیوانہ بکار خویش ہشیار۔
دیوانہ را ہوئے بس است۔

ذرہ را با خورشید چہ نسبت۔
ذوق گل چیدن اگر داری بگلزارے برو۔

راز دل جز بیار نتواں گفت۔

راز خود با یار خود چنداں کہ بتوانی مگو۔
راستی راز زوال کے باشد۔
راستی موجب رضائے خدا است۔
رزق را روزی رساں بہ میدہد۔
رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔
رشتۂ در گردنم افگندہ دوست۔
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست۔
رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔
رموز عاشقاں عاشق بداند۔
رموز مملکت خویش خسرواں دانند۔
رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار۔
رندی و ہوسناکی در عہد شباب اولے۔
روزی بقدر ہمت ہر کس مقرر است
رہ راست برو اگرچہ دور است۔

زبان خلق نقارۂ خدا۔
زدریا می کشد صیاد دام آہستہ آہستہ۔
زدیم بر صف رنداں و ہرچہ بادا باد۔
زر بر سر فولاد نہی نرم شود۔
زر دادن و درد سر خریدن۔
زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز۔
زمین شور سنبل بر نیارد
زن بد در سرائے مرد نکو۔
ہم دریں عالم است دوزخ او۔
زینہار از قرین بد زنہار۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیدا۔
سبزہ بر سنگ نہ روید چہ گنہ باراں را۔
سخی را در ہر دو عالم سربلند۔
سر بریدہ بانگ نمی کند۔
سرود بمستاں یاد دہانیدن۔
سگ اصحاب کہف روزے چند۔
پئے نیکاں گرفت مردم شد۔
سگ باش برادر خُرد مباش۔
سگ حضور بہ از برادر دور۔
سگ حق شناس بہ از مردم ناسپاس
سگ را بمسجد چہ کار۔
سگ زرد برادر شغال۔

سگے را اگر کلوخے بر سر آید۔
ز شادی بر جہد کاں استخوانست۔
سلام روستائی بے غرض نیست۔
سنگ آمد و سخت آمد۔
سوال دیگر جواب دیگر۔
سوال از آسماں جواب از ریسماں۔

شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل است۔
شاخے کہ بلند شد تبر خورد۔
شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن۔
شاگرد رفتہ رفتہ باُستاد میرسد۔
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا۔
شاہاں کم التفات بحالِ گدا کنند۔
شاید کہ ہمیں بیضہ برآید پر و بال۔
شتر صالح بہ از مردم صالح۔
شراب مفت قاضی ہم می خورد۔
شرط ہمہ وقتے نبود لائق کشتی۔
شعر فہمی عالم بالا معلوم شد۔
شلغم پختہ بہ ز نقرۂ خام۔

شمشیر مرداں خالی نباشد۔
شمع را ہر چند سر بُرند روشن تر شود۔
شنیدہ کے بود مانند دیدہ؟
شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے درکار نیست
شیشۂ بشکستہ را پیوند کردن مشکل است

صاحب غرض مجنون می باشد۔
صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد۔
صدر ہر جا کہ نشیند صدر است۔
صلاح کار کجا و من خراب کجا۔
صورت ببیں حالت مپرس۔
صیاد نہ ہر بار شکارے ببرد۔

طاقت مہماں نداشت خانہ بمہماں گذاشت۔
طامع ہمیشہ ذلیل است۔
طمع راسہ حرف است وہر سہ تہی۔

ظرف شکستہ صدا نمی دہد۔

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔

عاقلاں خود می دانند۔

عاقلاں در پئے نقطہ نشوند۔

عاقل باید کہ از دیگراں پند گیرد۔

عاقل دوبارہ فریب نمی خورد۔

عاقل را اشارہ بس است۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔

عذر گناہ بدتر از گناہ۔

عشق است و ہزار بدگمانی۔

عشق و مشک پنہاں نمی شود۔

عصمت بی بی از بے چادری۔

عطائے تو بلقائے تو بخشیدم۔

علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد۔

علم شئے بہ از جہل شئے۔

عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است۔

عیاں را چہ بیاں۔

عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود۔

غم فردا امروز نباید خورد۔

غم نداری بز بخر۔

فال نیکو بزن بہر کارے۔

فرق ہی چیزے دگر آماس چیزے دیگر است

فریاد سگاں کم نہ کند رزق گدارا۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔

قدر عافیت کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید۔

قدر نعمت است بعد زوال۔

قدم نامبارک و مسعود۔

گر بدریا رود بر آرد دود۔

قرض مقراض محبت است۔

قضائے نبشتہ نباید سترد۔

قطب از جا نہ جنبد۔

قفل بدریا نمی تواں زد۔

قناعت تو انگر کند مرد را۔

قول مرداں جان دارد۔

قہر درویش بر جان درویش۔

کار امروز بفردا مگذار۔
کارہا نیکو شود لیکن بہ صبر
کاریکہ نہ کار تست زنہار مکن ۔
کاذب ہمہ را بکیش خود پندارد۔
کالاے بد بریش خاوند۔
کردنی خویش آمدنی پیش۔
کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست۔
کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست۔
کس نگوید کہ دوغ من ترش است
کس نیاموخت علم تیر از من۔
کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد۔
کس نیاید بزیر سایۂ بوم۔
در ہما از جہاں شود معدوم۔
کسیکہ جامہ ندارد دامن از کجا آرد۔
کلوخ انداز را پاداش سنگ است۔
کم خرچ بالانشین۔
کند ہمجنس با ہمجنس پرواز۔
کبوتر با کبوتر باز با باز۔

کوتاہ خرد مند بہ از نادان بلند۔
کور چہ خواہد دو چشم۔
کور را بتماشاے گلستاں چہ کار۔
کوشش بے فائدہ است وسمہ بر ابروے کور۔
کہ گرد کہ نیافت۔
کے آمدی کے پیر شدی۔

گاہ باشد کہ کودک ناداں۔
بغلط بر ہدف زند تیرے۔
گدا اگر تواضع کند خوے اوست۔
گدا اگر ہمہ عالم بدو دہند گدا است۔
گزشت آنچہ گذشت۔
گزشتہ را صلواۃ
گر بدولت برسی مست نگردی مردی۔
گربہ کشتن روز اوّل۔
گربۂ مسکیں اگر پر داشتے۔
تخم گنجشک از جہاں برداشتے۔
گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد۔
تو مرو در دہان اژدرہا۔

گردن بے طمع بلند بود۔
گر ضرورت بود روا باشد۔
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔
گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو۔
گلہ از دوستاں عیب نیست۔
گندم از گندم بروید جو ز جو۔
گوش زدہ اثرے دارد۔
گویم مشکل وگر نگویم مشکل۔

لائق افسر نباشد ہر سرے۔
لعنت بکار شیطان۔
لنگگے زیر و لنگگے بالا۔
نے غم دزد نے غم کالا۔
لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید۔

ما بخیر و شما بسلامت۔
من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال۔
مارا ازیں گیاہ ضعیف ایں گماں نبود۔
مارا چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت
مار گزیدہ از ریسماں می ترسد۔
مار مردہ نمی گزد۔
ما ز یاراں چشم یاری داشتیم۔
خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔
مال حرام بود بجائے حرام رفت۔
مال عرب پیش عرب۔
مال مفت دل بے رحم۔
مباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن۔
مبر نام فردا کہ فردا کہ دید۔
محتسب را درون خانہ چہ کار۔
محتسب گر مے خورد معذور دارد مست را
مدعی سُست گواہ چُست۔
مرا بخیر تو اُمید نیست بد مرساں۔
مربّی بیار و مربّے بخور۔
مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست۔
مرد بے زر ہمیشہ رنجور است۔
مردہ آنست کہ نامش بہ نکوئی نبرند۔
مردہ بدست زندہ۔

مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش۔
مرگ انبوہ جشنے دارد۔
مزدور خوش دل کند کار بیش۔
مزن فال بدکار ور حال بد۔
مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب۔
مشتے نمونہ از خروارے۔
مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔
مطلب سعدی دیگر است۔
مفت را چہ گفت۔
مقام عیش میسر نمی شود بے رنج۔
ملک خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست۔
من آنم کہ من دانم۔
من چہ می سرایم و طنبورۂ من چہ می سراید۔
مہمان عزیز است اما تا سہ روز۔
میراث پدر خواہی علم پدر آموز۔

نابردہ رنج گنج میسر نمی شود۔
ناز براں کن کہ خریدار تست۔
ناکس بہ تربیت نشود اے حکیم کس۔

نام بلند بہ از بام بلند۔
نبرّد قزِ نرم را تیغ تیز۔
نبود خیر دراں خانہ کہ عصمت نبود۔
نہ رود میخ آہنی در سنگ۔
نزدیکان بے بصر دور و دوران با خبر حضور۔
نزدیکاں را بیش بود حیرانی۔
نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اوّل۔
نقل کفر کفر نباشد۔
نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم۔
نکوئی با بداں کردن چناں است۔
کہ بد کردن بجائے نیک مرداں۔
نماند ستمگار بد روزگار۔
بماند برو لعنت پائدار۔
نویسندہ داند کہ در نامہ چیست۔
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا۔
نہ روئے ماندن نہ پائے رفتن۔
نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد۔
نیش عقرب نہ از پئے کین است۔
مقتضائے طبیعتش این است۔

نیکی بربادگناہ لازم۔
نیکی کن و بدریا انداز۔
نیم حکیم خطرۂ جان نیم مُلّا خطرۂ ایمان۔
نیم خوردۂ سگ ہم سگ را نشاید۔

داکن کیسہ بخور ہریسہ۔
وقت از دست رفتہ باز بدست نیاید۔
وقت ضرورت چو نماند گریز۔
دست بگیرد سر شمشیر تیز۔
ولی را ولی می شناسد۔

ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت
دماغ بیہدہ پخت و خیال باطل بست
ہر بہارے را خزانے۔
ہر پردہ را نوائے۔
ہر جا کہ گل است خار است۔
ہر جا کہ گنج است آنجا مار است۔
ہر چہ اُستاد ازل گفت ہماں می گویم۔
ہر چہ از دوست می رسد نیکوست۔

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔
ہر چہ بقامت کہتر بقیمت بہتر۔
ہر چہ دانا کند کند ناداں۔
لیک بعد از خرابی بسیار۔
ہر چہ در بند آنی بندۂ آنی۔
ہر چہ در دیگ است بہ چمچہ می آید۔
ہر چہ دیدہ نیاید دلبستگی را نشاید۔
ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد۔
ہر دردے را دوائے ہست۔
ہر روز عید نیست کہ حلوا خورد کسے۔
ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد۔
ہر عیب کہ سلطان بہ پسندد ہنر است
ہر فرعونے را موسیٰ۔
ہر کارے و ہر مردے۔
ہر کجا چشمۂ بود شیریں۔
مردم و مرغ و مور گرد آیند۔
ہر کرا زبان شیرین است سزاوار تحسین و آفرین است
ہر کس بخیال خویش خبطے دارد۔
ہر کس فرزند خود را بجمال نماید و عقل خود بکمال

ہر کسے را بہر کارے ساختند۔
ہر کسے مصلحتے خویش نکو می داند۔
ہر کمالے را زوالے۔
ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت۔
ہر کہ از خدا ترسد از وے باید ترسید۔
ہر کہ از دیدہ دور از دل دور۔
ہر کہ با بدان نشیند نیکی نہ بیند۔
ہر کہ با نوح نشیند چہ غم از طوفانش۔
ہر کہ بر کژدم دست شفقت فرود آرد سزا بیند۔
ہر کرا صبر نیست حکمت نیست۔
ہر کہ بے یار بود پیوستہ بیمار بود۔
ہر کہ خیانت ورزد دستش در حساب بلرزد۔
ہر کہ عیب دگراں پیش تو آورد و شمرد۔
بیگماں عیب تو پیش دگراں خواہد برد۔
ہر کہ مال ندارد یار ندارد۔
ہمت مرداں مدد خدا۔
ہمرہ اگر شتاب کند ہمرہ تو نیست۔
ہمسایۂ بد خار در پہلو۔
ہمسایۂ بد مباد کس را۔

ہم مال بدست آید و ہم یار نہ رنجد۔

یا باین شوراشوری یا باین بے نمکی۔
یار باقی صحبت باقی۔
یار شاطر نہ بار خاطر۔
یار غارے باید کہ زخم مارے کشد۔
یک انار و صد بیمار۔
یک توبہ صد گناہ را کافی است۔
یک در گیر و محکم گیر۔
یک سر ہزار سودا۔
یک لقمۂ صباحی بہتر ز مرغ و ماہی۔
یک من علم را دہ من عقل باید۔
یک نہ شد دو شد۔
یکے را بگیر و دیگرے را دعوی کن۔
یکے کردہ بے آبروئی بسے۔
چہ غم دارد از آبروئے کسے۔
یکے نقصان مایہ دیگر شماتت ہمسایہ
یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید۔

محاورات عجم

فارسی مصادر سے حروف اور اسما کی ترکیب سے بکثرت محاورے بنتے ہیں جن سے طرح طرح کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ مختصراً چند مشہور اور کثیر الاستعمال محاورے یہاں لکھے جاتے ہیں تاکہ طلبہ کو اس میں بھی بصیرت حاصل ہو جائے محض لاعلمی نہ رہے۔

حروف میں، در۔ بر۔ فراز۔ فرا۔ باز۔ وغیرہ۔ اور اسما میں دست سر۔ چشم وغیرہ سے زیادہ محاورے بنتے ہیں۔

ارزیدن ۔ لایق ہونا۔ بکنا۔ سعدی۔

نیرزد بخیل آنکہ نامش بری وگر روزگارش کند چاکری

تو چہ لاف می زنی بہیچ نمی ارزی۔ زید بجوے نمی ارزد۔

استادن (ایستادن) کھڑا ہونا۔ باز ایستادن ۔ کسی کام سے لوٹ آنا۔ کسی کام سے پرہیز کرنا۔

آشفتن ۔ پریشان ہونا۔ پریشان کرنا۔ بر آشفتن غصہ ہونا۔ سعدی۔

شہنشہ بر آشفت وگفت اے جواں ز حد رفت جورت بریں بے زباں

اُفتادن ۔ (اوفتادن) گر پڑنا۔ عاجز ہونا۔ بر اُفتادن۔ دور ہونا نابود ہونا۔ در اُفتادن ۔ کسی کے ساتھ کسی معاملہ میں بحث کرنا۔ آپس میں لڑنا۔ خواجہ حافظ۔ ع۔ با دُردکشاں ہر کہ در اُفتاد بر اُفتاد۔ بدست افتادن ۔ حاصل ہونا۔ در زیر پاے کسے افتادن ۔ عاجزی

والحاح کرنا - در پوستین کسے افتادن - غیبت کرنا - سعدی -

دگر پارسایان خلوت نشیں　　بغیبش فتادند در پوستیں

افسردن - پھول کا کمہلانا - سرد و یخ ہونا - آگ اور چراغ کا بُجھنا جیسے آتش فسردہ - تنورا فسردہ - چراغ افسردہ - ع - دل تیرہ ہمچوں فسردہ چراغ -

افسردن تب - تب کا کم ہونا - افسردن بازار - بازار کا سرد و بے رونق ہونا - ع - زدم شاں فسردہ است بازار شعر - افسردن دل دل کا سرد ہونا - افسردہ دل - بمعنی پژمردہ دل - سخت دل - بے محبت ؎

در مجلس خود راہ مدہ ہمچو نے را　　افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

افشاندن - جھاڑنا - جیسے گرد افشاندن - زر افشاندن - نثار کرنا - خیرات کرنا ؎

بفرمود گنجینۂ گوہرش　　فشاندند در پائے وزیر سرش

دست افشاندن - آستین افشاندن - رقص کرنا - رد کرنا - لوٹ کا حکم دینا - بخشنا -

افشردن - کسی پھول یا پھل یا پتے کا نچوڑنا - زمین میں قدم کا مضبوط کرنا - دانت وغیرہ کا چبھانا - نظامی ؎

بسر بردنِ خصم چوں پے فشرد　　بسر برد تیغے کہ بر سر نبُرد

آمدن - آنا - بر آمدن - باہر نکلنا - اُٹھنا - غالب ہونا - بلندی پر چڑھنا معنی اوّل و دوم کا متعلق وصلہ از کے ساتھ آتا ہے اور معنی سوم کا با کے ساتھ اور معنی چہارم کا بائے استعلا اور لفظ بر کے ساتھ

جیسے زید از خانہ بر آمد۔ آفتاب از افق بر آمد۔ سعدی۔ ع۔

سرِ پُر طمع بر نیاید ز دوش ؎

کس از چوں تو دشمن ندارد غمے — کہ با کودکاں بر نیائی ہمے

جامی۔ بام بر آ و جلوہ دہ ماہ تمام خویش را — مطلع آفتاب کن گوشۂ بام خویش را

بر آمدن زماں۔ زمانہ کا گذر جانا۔ سعدی ؎

بسے تیر و دے ماہ اردی بہشت — بر آید کہ ما خاک باشیم و خشت

بر آمدن اُمید۔ آرزو کا پورا ہونا۔ سعدی ؎

اُمید بستہ بر آمد ولے چہ فائدہ زانکہ — اُمید نیست کہ عمرِ گذشتہ باز آید

بہم بر آمدن۔ غصّہ ہونا۔ رنجیدہ ہونا۔ فقرہ۔ رفیق چوں ایں سخن بشنید بہم بر آمد۔ در آمدن۔ داخل ہونا۔ فقرہ۔ ناگاہ سوارے از در در آمد۔ از پا در آمدن۔ عاجز ہونا۔ سعدی ؎

نہ ترسد آنکہ بر افتادگاں نہ بخشاید — کہ گر ز پائے در آید کسش نگیرد دست

باز آمدن۔ وا آمدن۔ لوٹ آنا۔ واپس آنا۔ فقرہ۔ چوں از زیارت باز آمدم دو منزل استقبالم کرد۔

فراز آمدن۔ فرا آمدن۔ قریب ہونا ظاہر ہونا۔ سعدی ؎

ز سیماش وحشت فراز آمدے — نہ رفتے بکارے کہ باز آمدے

فرود آمدن۔ سواری یا کسی اور بلند جگہ سے اترنا۔ جیسے زید از اسپ فرود آمد۔ سعدی ؎

بمنزل گہ حاتم آمد فرود — بر آسود چوں کشتہ بر زندہ رود

بسر آمدن - سر آمدن - بر سر آمدن - ختم ہونا - سعدی ؎

یکے را اجل بر سر آورد جیش
سر آمد بر و روزگاران عیش

سر آمدن - گروہ ہونا - غالب آنا - سعدی ؎

سر آمد بتائید ملک از سراں
نہادند سر بر خطش سروراں

سر آمد - بمعنی بہتر - سردار - ممتاز - بدست آمدن - حاصل ہونا

بجان آمدن - تنگ ہونا - ناخوش ہونا - سعدی ؎

کہ درماندہ ام دستگیر اے صنم
بجاں آمدم رحم کن بر تنم

پا بسنگ آمدن - ٹھوکر کھانا - کوئی بلا و مصیبت پیش آنا -

انداختن - ڈالنا - پھینکنا - ضایع کرنا - بر انداختن - درخت وغیرہ

کا اکھاڑنا - کسی چیز کا اٹھانا - سعدی ؎

بہ پرور درختے کہ بار آورد
برانداز بیخے کہ خار آورد

نظامی - حجاب سیاست برانداختند
زبیگانگاں حجرہ پرداختند

طرح انداختن - کسی چیز کی بنیاد ڈالنا یا بنیاد گرانا - نظامی ؎

طرح عمارات دل انداختند
سنگ سرشتند و گل انداختند

سپر انداختن - سپر افگندن - عاجز ہونا - عاجزی اختیار کرنا سعدی ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

آوردن - لانا - بر آوردن - نکالنا - اٹھانا - بلند کرنا سعدی ؎

بیا تا بر آریم دستے ز دل
کہ نتواں بر آورد فردا ز گل

در آوردن - داخل کرنا - سر بر آوردن - سر اٹھانا - سعدی ؎

یکے سر بر آر از گریبانِ غم	بآرام دل با جواناں بچم

سر آوردن ۔ بسر آوردن ۔ ختم کرنا ۔ سعدی ؎

نفسے میزنم آسودہ و عمرے بسر آرم	غم موجود و پریشانیِ معدوم ندارم

گرد بر آوردن ۔ ہلاک کرنا ۔ سعدی ؎

چو رستم کہ پایان روزی بخورد	شغاد از نہادش بر آورد گرد

از پا در آوردن ۔ عاجز کرنا ۔ سعدی ؎

کسے را کہ پیری در آرد ز پائے	چو دستش نگیرد نخیزد ز جائے

فرود آوردن ۔ سواری یا کوٹھے وغیرہ سے اُتارنا ۔ جیسے زید را از اسپ فرود آوردم ۔ بدست آوردن ۔ حاصل کرنا ۔ سعدی ؎

بدست آوردنِ دنیا ہُنر نیست	یکے را گر توانی دل بدست آر

بُردن ۔ لے جانا ۔ لینا ۔ جیتنا ۔ (مقابل باختن بمعنی ہارنا) ۔ جیسے زید باخت و عمر بُرد ۔ دست بردن ۔ غلبہ کرنا ۔ غالب آنا ۔ بسر بُردن ختم کرنا ۔ سعدی ؎

واں دگر پخت ہمچنیں ہوسے	ویں عمارت بسر نبرد کسے

آبرو بُردن ۔ آبرو زائل کرنا ۔ سعدی ؎

بشب گر بُبرد ے بہ شحنہ سوز	گنہ آبرویش نبُرد ے بروز

گرو بردن ۔ سبقت کرنا ۔ سعدی ؎

چو ثعبانش آلودہ دنداں بزہر	گرو بُرد از زشت رویان شہر

لقمہ فرو بردن ۔ نگلنا ۔

بُریدن - چاقو یا تلوار وغیرہ کا کاٹنا۔ جیسے این کارد خوب می بُرّد۔ گرہ کا کاٹنا۔ جیسے کیسہ بُرد گرہ کٹ) کپڑا کاٹنا۔ محبت اور دوستی کا کاٹنا عہد وپیمان کا توڑنا۔ سعدی ؎ -

جدائی زا جاب کردن خطا ست
بُریدن زیاراں خلاف وفاست

بستن - باندھنا۔ دروازہ وغیرہ کا بند کرنا جیسے گرہ بستن۔ دربستن جوڑنا۔ اصلاح کرنا۔ جیسے دست شکستہ بستن۔ رخنہ بستن۔ کسی کام پہ آمادہ ہونا جیسے میان بستن۔ کمر بستن۔ بربستن۔ حاصل کرنا۔ تہمت لگانا۔ فائدہ اُٹھانا۔ سعدی ؎

برو جان بابا دراخلاص پیچ
کہ نتوانی از خلق بربست ہیچ

صورت بستن۔ حاصل ہونا۔ سعدی ؎

کہ یک لحظہ صورت نہ بندد اماں
چو پیمانہ پُر شد بدورِ زماں

کار بستن۔ عمل کرنا۔ سعدی ب ؎

نخواہم دریں نوع گفتن بسے
کہ حرفے بس ار کار بندد کسے

بار بستن۔ سفر کرنا۔

پختن۔ میوہ کا پکنا۔ کھانے کا پکانا۔ لازم اور متعدی دونوں آیا ہے۔ جیسے میوۂ پختہ۔ پختہ مغز۔ طعام پختہ۔ بیہودہ خیال کرنا جیسے چہ خیال خام پختی۔ سعدی ؎

ہر آنکہ تخم بدی کشت وچشم نیکی داشت
دماغ بیہودہ پخت وخیال باطل بست

پُرسیدن - پوچھنا - بیمار را پرسیدن - بیمار کی عیادت کرنا - تعزیت کے معنی میں بھی آیا ہے - جیسے ع - چوں بمیرم پُرسشِ پروانہ و بلبل کنید -

پرداختن - بنانا - سعدی ؎

دو صد مہرہ در یکدگر ساختست | کہ گل مہرۂ چوں تو پرداختست

مشغول ہونا - منہ پھیر لینا - فارغ ہونا - خالی کرنا (معنی سوم و چہارم و پنجم کا متعلق وصلہ از کے ساتھ آیا ہے) فردوسی ؎

ازاں بدکیش دیو روے زمیں | بپرداز و پرُدختہ کن دل زکیں

نظامی - میزباں چوں زکار خود پرداخت | بیش از اندازہ پیشکشہا ساخت

سعدی - تواں از کسے دل بپرداختن | کہ دانی کہ بے او تواں ساختن

پوشیدن - کپڑے پہننا - اس میں لازم اور متعدی دونوں آیا ہے بھید یا منہ وغیرہ چھپانا - اس معنی میں متعدی ہے - جب اس کو لازم کریں گے تو پوشیدہ شدن کہیں گے - چشم پوشیدن - اغماض و تغافل کرنا - در پوشیدن - در بند کرنا -

پیچیدن - پنجہ وغیرہ کا پھیرنا - ع - سر پنجہ ناتواناں بر پیچ - پیچ و تاب کھانا - غصہ کرنا - جیسے زید عبث بمن می پیچد - بر خود پیچیدن بھی اس معنی میں مستعمل ہے ؎

بمحمود گفت ایں حکایت کسے | بپیچید از اندیشہ بر خود بسے

سر پیچیدن - گردن پیچیدن - کسی کام سے انکار کرنا - سرکشی کرنا - (اس کا متعلق وصلہ از کے ساتھ آتا ہے) - نظامی -

ع - سر از لہو پیچیدہ گوش از سماع -

سعدی - تو ہم گردن از حکم داور مپیچ | کہ گردن نپیچد ز حکم تو ہیچ

برانگشت پیچیدن - مشہور کرنا - یاد رکھنا ؎

نہ یک عیب او را بر انگشت پیچ | جہانے فضیلت بر آور بہ ہیچ

تافتن - تابیدن - رسی اور تاگا وغیرہ بٹنا - پنجہ وغیرہ پھیرنا - فقرہ - سیاہے گیسواں بتافت - زید پنجۂ عمرو بتافت - رو از من متاب گرم ہونا - گرم کرنا - چمکنا - روشن ہونا - سعدی ؎

کسے دید صحرائے محشر بخواب | مس تفتہ روے زمیں ز آفتاب

تنورِ شکم دمبدم تافتن | مصیبت بود روز نایافتن

بالاے سرش ز ہوشمندی | می تافت ستارۂ بلندی

برتافتن - پھیرنا - اٹھانا - قبول کرنا - ناصر علی ؎

رنگ عشرت برنمی تابد دل آزردہ ام | سنگسار خندۂ کبکم دریں کہسار ہا

سرتافتن - اعراض کرنا - انکار کرنا - (اس کا متعلق وصلہ از کے ساتھ آتا ہے) سعدی ؎ -

عزیزے کہ ہر کز درش سر بتافت | بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

ع - متاب اے پارسا رو از گنہگار -

عناں تافتن - اعراض کرنا - اس کا صلہ از کے ساتھ آتا ہے - نظامی ؎

نشاید ترا جز بتو یافتن | عناں باید از ہر درے تافتن

جستن - کودنا - کسی چیز کا کسی جگہ سے نکل جانا - جیسے اسپم نہر را می جہد تیر از کماں برجست - سعدی ؎

مگو مرغ دولت ز قیدم بجست | ہنوزم سر رشتہ داری بدست

جستن کے معنی اعضا کے پھڑکنے کے بھی آتے ہیں۔ جیسے چشمم می جہد۔
جوشیدن۔ اُبلنا۔ جیسے آب جوشیدن۔ خون جوشیدن۔ دیگ جوشیدن
آب جوش بھی مستعمل ہے۔ روغن جوش بکن نہیں کہتے۔ روغن داغ بکن
کہتے ہیں اور جس برتن میں گھی کو گرم کرتے ہیں اس کو بھی روغن داغ کہتے
ہیں۔ اور جوشیدن۔ محبت اور دوستی کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔
چمیدن۔ سیر و تفریح کے لئے ٹہلنا۔

ہمی گفت و در روضہا می چمید   ازاں خار برمن چہ گلہا دمید

کھیت اور ڈال وغیرہ کا ہوا سے لچکنا ؎

چو باد صبا بر گلستاں وزد   چمیدن درخت جواں را سزد

چیدن۔ چُننا۔ بر چیدن یا زچیدن۔ اُٹھانا۔ دور کرنا۔ حافظ ؎

بمژگان سیہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم   بیا کز چشم بیمارت ہزاراں درد بر چینم

ع۔ عنقا شکار کس نشود دام باز چیں۔ دانہ چیدن۔ سفرہ چیدن بمعنی گستردن۔
خاستن۔ برخاستن۔ کھڑا ہونا کسی مقام سے چلا جانا۔ کسی چیز کا دور ہونا۔
جیسے ع۔ گرد اغیار از میاں برخاست۔ تا فتنہ فرو نشست و نزاع برخاست۔
خرامیدن۔ سیر و تفریح کے لئے ٹہلنا۔ کھیت و ڈال وغیرہ کا
لچکنا اور جھکنا ؎

زرع را چوں رسید وقت درو   نخرامد چنانکہ سبزۂ نو

خوردن۔ کھانا۔ پانی یا شراب وغیرہ کا پینا۔ ع۔ بے حکم شرع
آب خوردن خطا است۔ بر خوردن۔ وا خوردن اور باز خوردن۔ یہ

چار دوں ملنے اور سامنے ہونے کے معنی میں آتے ہیں۔ جیسے ؎

جاں تازہ می شود زلب روح پرورت ہر کس کہ بر خورد بتو از عمر بر خورد
از تو تا دوریم از ما دور می گردد حیات با تو چوں بر میخورم از زندگی بر میخورم

فرو خوردن۔ غصّہ کا پی جانا۔ کسی بات کا برداشت کرنا۔ سعدی۔
ع۔ فرو خوردہ شیخ ایں حدیث از کرم ع۔ فرو خورد خشم سخنہائے سرد۔
چشم خوردن۔ نظر بد لگنا۔ بچشم خوردن۔ حسد سے دیکھنا۔ نظر بد لگنا۔
گوش خوردن۔ سننا۔ مثلاً تا خبر رفتنت بگوش خوردہ است صبر از من بردہ است۔

دادن۔ کسی چیز کا دینا۔ جیسے زر دادن۔ مال دادن۔ ساغر دادن۔
مُل دادن وغیرہ۔ آب دادن۔ جانوروں کو پانی پلانا۔ اور کھیت وغیرہ
سینچنا۔ چھری اور تلوار کا تیز کرنا۔ اور رونق دینا۔ ع۔ سگے ناتواں را دمے آب داد۔
دست دادن۔ دست بہم دادن حاصل ہونا۔ از دست دادن۔ ضائع و تلف
کرنا۔ باز دادن۔ وادادن۔ پھیر دینا اور کھولنا۔ ع۔ تواں باز دادن رہ نرہ دیو۔
سر دادن۔ بندوق اور توپ وغیرہ کا چھوڑنا۔ جانوروں کا رہا کرنا۔ برباد دادن
مٹانا۔ پریشان کرنا۔ آتش دادن۔ ترک کرنا۔ اور کسی کو غصّہ دلانا۔

داشتن۔ رکھنا۔ اٹھانا۔ جب اس کا صلہ و متعلق از کے ساتھ آئے۔ سعدی ؎

فدائی ندارد ز مقصود جنگ دگر بر سرش تیر بارند و سنگ

پائے داشتن۔ بر پائے داشتن۔ قائم رکھنا۔ ع۔ فرو گفت انصاف را
پائے دار۔ برداشتن۔ اٹھانا۔ مقابل گذاشتن بلند کرنا۔ جیسے علم برداشتن
بمعنی پذیرفتن (قبول کرنا) بہ چشم داشتن۔ امید کرنا۔ چشم داشت۔ توقع

وامید۔ چشم براہ داشتن۔ انتظار کرنا۔ گوش داشتن۔ گوش فرا داشتن کان لگانا۔ متوجہ ہونا ؎

بمن دار گفت اے جوانمرد گوش — کہ دانم جوانمرد را پردہ پوش

سر چیزے داشتن۔ اُس چیز کی خواہش رکھنا۔

دمیدن۔ صبح کا طلوع ہونا۔ اُگنا۔ پھونکنا۔ جیسے سعدی ؎

نہ زیبد مرا با جواناں چمید — چو بر عارضم صبح پیری دمید

بہ سبزہ کجا تازہ گردد دلم — کہ سبزہ نخواہد دمید از گلم

ساقی ازاں بادۂ منصور دم — در رگ و در ریشۂ من صور دم

دوختن۔ سینا۔ چشم دوختن۔ دیدہ بر دوختن۔ اُمید رکھنا۔ اغماض و تغافل کرنا۔ ع۔ خردمند از و دیدہ بر دوختے۔

دیدن۔ دیکھنا۔ معلوم کرنا۔ وادید۔ غور سے دیکھنا۔ وادید۔ بازدید۔ کسی سے ملنا اُس کے ملنے کے بعد۔ بچشم خود دیدن۔ دیکھنے کی تاکید ہے سعدی

بچشم خویش دیدم در بیاباں — کہ آہستہ سبق برد از شتاباں

راندن۔ چوپایہ وغیرہ کا ہانکنا۔ جیسے مگس راندن۔ کبھی انسان کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے وہ مرد جرّار صد تن را می راند۔ دور کرنا۔ جیسے ؎

توقع براندز ہر مجلست — بر اں از خودش تا نہ راند کست

ملک راندن۔ حکومت و سلطنت کرنا۔

رسیدن۔ پہنچنا۔ فرا رسیدن۔ فراز رسیدن۔ نزدیک پہنچنا۔ بسر رسیدن۔ آخر ہونا ؎

تیغ کشیدہ بر سرم آں سیمبر رسید   گفتم کہ چیست گفت کہ عمرت بسر رسید

چشم رسیدن۔ نظر بد لگنا۔

رفتن۔ جانا۔ فرار رفتن۔ نزدیک جانا۔ ع۔ جوانے فرار فت کاے پیر مرد۔

فرو رفتن۔ معدوم ہو جانا۔ مر جانا۔ ڈوب جانا۔ ع۔ فرو رفت جم را یکے نازنین۔

در خود فرو رفتن یا شدن۔ حیران و پریشان ہونا ؎

در آہن چناں گم شد آں جنگ جو   کہ در خود دود کوہ آہن فرو

برباد رفتن نیست و نابود ہونا۔ پریشان ہونا۔ آب رفتن بے عزت ہونا۔

ریختن۔ پانی وغیرہ کا گرنا گرانا۔ خون ریختن۔ قتل کرنا۔

رنگ ریختن۔ رنگ کا جاتا رہنا۔ یا بدل جانا ؎

کہ حالش بگردید و رنگش بریخت   زہیبت بہ پیغولۂ در گریخت

آب ریختن۔ آبرو ریختن۔ بے عزت کرنا ؎

نریزد خدا آبروئے کسے   کہ ریزد گنہ آب چشمش بسے

کہتے ہیں سر قلیاں بریز یعنی چلم پر آگ رکھ

زدن۔ (یہ مصدر بہت معنوں میں مستعمل ہے) بمعنی خوردن۔ نوشیدن جیسے لقمہ زدن۔ کباب زدن۔ شراب زدن۔ ساغر زدن۔ بمعنی نگاشتن۔ جیسے خط زدن۔ رقم زدن۔ بمعنی نمودن۔ جیسے عشق زدن۔ خضاب زدن۔ فریاد زدن۔ شانہ زدن۔ بمعنی داشتن۔ جیسے دامن برزدن۔ آستیں برزدن۔ بمعنی افگندن۔ جیسے چین برپیشانی زدن۔ بمعنی دادن۔ جیسے بوسہ زدن۔ بمعنی غارتیدن (لوٹنا) جیسے راہ زدن۔ قافلہ زدن۔ کارواں زدن۔

بمعنی درودن (کاٹنا) جیسے شاخ زدن - ناف زدن - بمعنی آوردن (نکلنا)
جیسے آبلہ زدن - بمعنی بستن - جیسے شیرازہ زدن - طرہ زدن - سائباں زدن -
پردہ زدن - بمعنی کشیدن - جیسے قلم زدن - عماری زدن - بر سیخ زدن - بمعنی
نواختن - جیسے طبل زدن - دف زدن - بمعنی گفتن - جیسے سخن زدن - آفریں
زدن - مثل زدن - حرف زدن - دم زدن - بمعنی گستردن - جیسے تخت زدن
زانو زدن - بمعنی گشادن - جیسے رگ زدن - فال زدن - بمعنی برپا کردن
(کھڑا کرنا) جیسے خیمہ زدن - علَم زدن - بمعنی ساختن جیسے خشت زدن -
سر زدن (واقع ہونا اور ظاہر ہونا) سر پا زدن (انکار کرنا - اعراض کرنا ٹھوکر
کھانا) چشمک زدن - آنکھ مارنا - چشم زدن - چشم برہم زدن - پلک مارنا -
سروا زدن - انکار کرنا - تن زدن - راضی ہونا - آتش زدن - ترک کرنا
کسی کو غضب میں لانا - بیقرار کرنا -

شدن - ہونا - جانا - سعدی - ع - بہ تنہا نداند شدن طفل خورد -

بر شدن - اوپر جانا ؎

نبودے بجز آہ بیوہ زنے ۔ اگر بر شدے دودے از روزنے

باز شدن - وا شدن - در یا گرہ یا پردہ وغیرہ کا کھلنا - غنچۂ دل
باز شدن - اس کا کھُلنا - باز شدن - لوٹنا ع باز شد از عراق خرم و شاد -

فرا شدن - آگے جانا - سعدی ؎

فرا شد چو بینی در صلح باز ۔ کہ ناگہ در توبہ گردد فراز

فرو شدن - بمعنی فرو رفتن (نیست ہونا) جیسے در مغاک فرو رفت

بدست شدن ۔ حاصل ہونا ۔ سعدی ؎

دریں اُمید بسر شد دریغ عمر عزیز   کہ اُنچہ در دلم است از درم فراز آید

برطرف شدن ۔ دور ہونا ۔

شکستن ۔ توڑنا ۔ ٹوٹ جانا ۔ جیسے دل شکستن ۔ بال و پر شکستن ۔ نان شکستن ۔ خامہ شکستن ۔ سعدی ؎

شکستہ قدح گر نہ بندند چست   نیاورد خواہد بہائے درست

بمعنی خم و تاب دادن ۔ جیسے زلف شکستن ۔ نامہ شکستن بمعنی دور کردن ۔ جیسے نہار شکستن ۔ خمار شکستن ۔ بر شکستن ۔ بمعنی رنجیدہ ہونا ۔ جیسے فلانے ازیں سخن بر شکست ۔ کنارہ کرنا ۔ اعراض کرنا ۔ جیسے ؎

یکے فتنہ دید از طرف بر شکست   یکے در میاں آمد و سر شکست

عنان بر شکستن ۔ اعراض کرنا ۔ مجلس بر شکستن ۔ جلسہ کا متفرق ہونا ۔

فائدہ ۔ شکستن ۔ گستن ۔ گسیختن ۔ مرادف ہیں ۔ مگر اوّل اشیائے ثقیل و درشت کے توڑنے میں مستعمل ہے ۔ دوم ۔ سوم ۔ اشیائے سبک و نرم کے توڑنے میں جیسے تار گستن ۔ ریسمان گستن ۔ اور عہد و پیمان کا لفظ شکستن ۔ گستن ۔ گسیختن تینوں سے مستعمل ہے ۔

شنیدن ۔ سُننا ۔ قبول کرنا ۔ سونگھنا ۔ جیسے سعدی ؎

شنیدم کہ نشنید و خونش بریخت   ز فرمان داور کہ داند گریخت

ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی   چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی

بگوش شنیدن ۔ تاکید ہے سُننے کی ۔

کردن ۔ کرنا ۔ بر کردن ۔ بلند کرنا ۔ اُٹھانا ۔ سعدی ؎

ازاں تیرہ دل مرد صافی دروں — قفا خورد و سر برنکرد از سکوں

شب از نرگسش قطرہ چندے چکید — سحر دیدہ برکرد و دنیا بدید

دربرکردن - کپڑے اور زرہ وغیرہ پہننا - پہنانا معانقہ کرنا - باز کردن -

واکردن - دریا زنجیر یا گرہ یا کسی اور چیز کا کھولنا یا جدا کرنا - سعدی ؎

سبک طوق و زنجیر از و باز کرد — چپ و راست پوئیدن آغاز کرد

در فراز کردن - در بند کرنا - کھولنا ؎

بروئے من ایں در کسے کرد باز — کہ کردی تو بر روئے او در فراز

گوش کردن - خیال کرنا - سعدی ؎

بچنگ آر و با دیگراں نوش کن — نہ بر فضلۂ دیگراں گوش کن

بدست کردن - حاصل کرنا - سعدی ؎

طبیب راہ نشیں نبض عشق نشناسد — برو بدست کن اے مردہ دل مسیح دمے

سر کردن - کسی چیز کا شروع کرنا - انجام کو پہنچانا - کامل کرنا - بندوق وغیرہ چھوڑنا - کار کردن - اثر کرنا - سعدی ع - نہ گفت اندرو کار کرد نے نہ چوب - برباد کردن - نیست و نابود کرنا - پریشان کرنا -

کشتن - مار ڈالنا - آگ و چراغ وغیرہ کا بجھانا - سعدی ؎ -

جہاں سوز را کشتہ بہتر چراغ — یکے بہ در آتش کہ خلقے بداغ

کشیدن - کھینچنا - برکشیدن - کھینچنا - دور کرنا - نکالنا - بلند کرنا - کسی کا مرتبہ زیادہ کرنا - جیسے شمشیر از نیام برکشید - آہ از دل برکشید - نظامی ؎

علم برکش اے آفتاب بلند — خراماں شو اے ابر مشکیں پرند

برکشیدن - کپڑے وغیرہ کا پہننا - پہنانا - معانقہ کرنا - سرکشیدن -
گردن کشیدن - نافرمانی کرنا -

زمانے بہ پیچید و درماں ندید ، رہ سرکشیدن ز فرماں ندید

زبان درکشیدن - دم درکشیدن - خاموش رہنا - قلم کشیدن
خط کشیدن - مٹانا - سعدی ؎

زباں درکش اے مرد بسیار داں ، کہ فردا قلم نیست بر بے زباں
شنیدم کہ شاپور دم درکشید ، چو خسرو بنامش قلم درکشید

واکشیدن - بازکشیدن - پرہیز کرنا - جدا کرنا - دل را از خوئے
بد واکشید - دست کشیدن - دست باز کشیدن - پرہیز کرنا جیسے دست
از طعام باز کشید - دست ازیں کار باز کشید - روئے درہم کشیدن - ابرو بہم
کشیدن - رنجیدہ ہونا - اعراض کرنا - جیسے ملک روئے ازیں سخن درہم کشید ؎

چو فرخندہ خوے ایں حکایت شنید ، ز گویندہ ابرو بہم درکشید

سفرہ و خوان کشیدن - دستر خوان بچھانا - سعدی ؎

بخلق و فریبش گریباں کشید ، بمنزل درآوردش و خواں کشید

کندن - کنوئیں یا گڑھے وغیرہ کا کھودنا - درخت اور جانوروں
کے پر و بازو وغیرہ کا اکھاڑنا - سعدی ؎

بسے بر نیاید کہ بنیاد خود ، بکند آنکہ بنہاد بنیاد بد
بخور مردم آزار را خون و مال ، کہ از مرغ بر کندہ بہ پر و بال

برکندن - اکھاڑنا - دست کندن - حسرت و افسوس سے ہاتھ کاٹنا سعدی ؎ -

ہمی گفت حاتم پریشان دست　　　زحسرت بدنداں ہمی کند دست

دندان کندن ۔ دانتوں میں خلال کرنا ۔

گرفتن ۔ لینا ۔ فرض کرنا ۔ ع ۔ گیرم کہ غمت نیست غم ما ہم نیست

عالمے را کہ گفت باشد و بس　　　چوں بگوید نگیرد اندر کس

گرفتن ماہ و خور ۔ خسوف و کسوف ہونا ۔ ناخن گرفتن ۔ ناخن کترانا ۔ ع ۔ ناخن چو شد بلند گرفتن سزاے اوست ۔ گرفتن دنداں ۔ دانت اُکھاڑنا ۔ در گرفتن ۔ اثر کرنا ۔ آگ کا روشن کرنا ۔ احاطہ کرنا ۔ کسی چیز کا گھیرنا ۔ صحبت کا موافق ہونا ۔ بر گرفتن ۔ جدا کرنا ۔ اٹھانا ۔ حاصل کرنا ۔ ان کا تعلق از کے ساتھ آتا ہے ۔ جیسے دل از کارے بر گرفت ۔ خاطر از یارے بر گرفت ۔ سر از تن بر گرفت ۔ ع ۔ نشاید قدم بر گرفتن زجائے ۔ در بر گرفتن ۔ کپڑے وغیرہ کا پہننا ۔ پہنانا ۔ معانقہ کرنا ۔ سعدی ۔ نثر ۔ و درختان را بخلعت نوروزی قبائے استبرق در بر گرفتہ ۔ وا گرفتن ۔ باز گرفتن ۔ پھیر لینا ۔ باز رکھنا ۔ سعدی ؎

بامید ما کلبہ اینجا گرفت　　　نہ مردی بود نفع ازو وا گرفت

فرا گرفتن ۔ سیکھنا ۔ یاد رکھنا ۔ معلوم کرنا ۔ بگوش گرفتن ۔ قبول کرنا ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش　　　ور نبشت است پند بر دیوار

دست گرفتن ۔ اعانت و مدد کرنا ۔ پا گرفتن ۔ قیام کرنا ۔ چشم گرفتن اغماض و تغافل کرنا ؎

درجہاں ارباب ہمت نیز بے حاجت نیند　　　از متاع آفرینش چشم می گیریم ما

از سر گرفتن - شروع کرنا۔ پیش گرفتن - اختیار کرنا۔ سر خویش گرفتن - گھر کا راستہ لینا - باہر جانا - ؎

بر و ہر چہ می بایدت پیش گیر سر ما نداری سر خویش گیر

گریستن - رونا - رحم کرنا - عرفی ؎

من خود کیم کہ گریہ بحالم کنی ولے می زیبدت بنرگس شہلا گریستن

شکوہ و فریاد کرنا - جیسے زید از دست تو می گرید۔

گزیدن - سانپ اور کتے وغیرہ کا کاٹنا۔ جیسے مارگزیدہ از ریسماں بترسد۔ لب گزیدن - حسرت و افسوس کرنا۔ سعدی ؎

بہ تندی سبک دست بردن بہ تیغ بدنداں گزد پشت دست دریغ

گشتن - گردیدن - ہونا - گھومنا - لوٹنا - پھرنا - برگشتن - برگردیدن - بازگشتن - بازگردیدن - لوٹنا - واپس آنا - برگشتن زماں زمانے کا بدل جانا۔ سعدی ع - شنیدم کہ برگشت ازو روزگار - وا گشتن - کھلنا - سرگشتن - پریشان ہونا۔

مردن - مرنا - چراغ اور آگ کا بجھنا ؎

چراغ دل فرو مُرد از حدیث پند گویانم کسے آں بہ کہ دور از مردم بیہودہ گو باشد

ماندن - رہنا - چھوڑنا - کسی چیز کے مشابہ ہونا۔ سعدی - بجنگش گرفتی بصلحش بماں - فقرہ - یکے تحریمہ عشا بستہ و دیگرے منتظر عشا نشستہ ایں بداں کے ماند - درماندن - فروماندن - عاجز ہونا - سعدی ؎

تو دانی کہ مسکین و بیچارہ ام فروماندہ با نفس امّارہ ام

باز ماندن۔ واماندن۔ فرو ماندن۔ پیچھے رہنا۔
نہادن۔ رکھنا۔ چھوڑنا۔ ٹھہرنا۔ سر نہادن۔ اطاعت قبول کرنا۔
بر نہادن۔ دور کرنا۔ مثلاً ؎

سرِ جہل و ناراستی بر نہم
قدم رنجہ فرمائے تا سر نہم

سر نہادن۔ سونا۔ تہمت نہادن۔ الزام لگانا۔
ہشتن۔ ہلیدن۔ چھوڑنا۔ فرو ہشتن۔ لٹکانا۔
یافتن۔ پانا۔ دریافتن۔ معلوم کرنا۔ حاصل کرنا۔ دست یافتن غالب ہونا۔

فائدہ۔ لفظ پیش سے فائدہ قبلیت زمانی اور مکانی اور پس سے بُعدیت مکانی و زمانی حاصل ہوتا ہے۔ جیسے پیش آمدن۔ پیش گفتن۔ پیش آوردن۔ پیش دادن۔ قبلیت زمانی میں اور پیش آمدن۔ پیش آوردن۔ پیش داشتن۔ پیش کردن۔ پیش نہادن۔ قبلیت مکانی میں بولتے ہیں اور پس رفتن۔ پس نشستن۔ پس آمدن وغیرہ بعدیت زمانی و مکانی میں بولتے ہیں۔